صحیح میسر ہو جائے تو ہمارا قیاس غلط متصور ہو گا اور اس تحقیق سے ہم بطیب خاطر رجوع کر لیں گے۔

اسناد سوم معجم کبیر للطبرانی

عبقات الانوار ص ۱۸۴ ج ا میں معجم کبیر طبرانی کا ایک اور اسناد بحوالہ اتجلا سخاوی درج ہے۔ لہٰذا ہم ذیل میں اس کو نقل کر کے قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

فرواہ (حدیث ثقلین) الطبرانی فی معجمہ الکبیر من طریق سلمۃ بن کھیل عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہما قال لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ۔۔۔ وانی سائلکم حین تردون علیّ عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیہما الثقل الاکبر کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فاستمسکوا بہ ولا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی اھل بیتی فانہ قد نبأنی اللطیف الخبیر انہما لن ینقضیا حتی یردا علی الحوض۔ (عبقات الانوار ۱۸۴/۱۸۵ جلد اول طبع لکھنؤ)

طبرانی کبیر کے اس اسناد پر مکمل بحث تو اس صورت میں مفید ہے کہ یہ تمام اسناد اصل کتاب سے حاصل ہو جائے مگر اصل کتاب تو اس ملک میں نوادرات سے ہے لہٰذا عبقات الانوار کے ذریعے سے جو کچھ اسناد بالا میسر ہوا ہے اس کے متعلق ذیل کی تشریحات کافی ہیں۔

روایت بالا سلمہ بن کہیل حضرمی کوفی کے واسطہ سے منقول ہے اور سلمہ باوجود ثقاہت کے شیعہ بزرگ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے تہذیب میں تصریح کی ہے۔

قال العجلی کوفی تابعی ۔۔۔ وکان فیہ تشیع قال یعقوب بن شیبۃ ۔۔۔۔ ثبت علی تشیعہ ۔۔۔ قال ابو داؤد کان ابو سلمۃ یتشیع۔ (تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۱۵۶)

یعنی متعدد علماء رجال نے سلمہ بن کہیل کا شیعہ ہونا بالوضاحت لکھا ہے

اس تحقیق کے بعد پوری روایت کا مسئلہ واضح ہے کہ اہل تشیع کی روایت جو ان کے مذہب و مسلک کی مؤید ہو وہ تسلیم نہیں کی جاتی خلاصہ یہ ہے کہ طبرانی کی معجم صغیر و اوسط و کبیر کی چھ عدد "روایات ثقلین" میسر ہوئی تھیں ہر ایک کی متعلقہ بحث ذکر کر دی گئی ہے ان میں سے کوئی روایت بھی معیار صحت پر نہیں اتر سکی اور قواعد کے اعتبار سے تسلیم نہیں۔

آخر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ایک قول جو معاجم طبرانی کے متعلق انہوں نے لکھا ہے۔ وہ "بستان المحدثین" سے ہم نقل کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں:

" اما محققین اہل حدیث گفتہ اند کہ در وے (معاجم طبرانی) منکرات بسیار است"

یعنی محدثین میں سے اہل تحقیق نے فرمایا ہے کہ طبرانی کے معاجم میں بہت سی منکر روایات یعنی ثقہ لوگوں کی مرویات کے خلاف پائی جاتی ہیں۔

(بستان المحدثین ص ۵۳ فارسی طبع قدیم تحت بحث معاجم طبرانی)

اسناد از مستدرک حاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

روایت اول

حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ مُصْلِحٍ الْفَقِیْہُ بِالرَّیِّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَیُّوْبَ ثَنَا یَحْیٰی بْنُ الْمُغِیْرَۃِ السَّعْدِیُّ ثَنَا جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ النَّخْعِیِّ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَیْحٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ

اللهِ وَاَهْلَ بَيْتِي وَاِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔

(مستدرک حاکم ص۱۴۸ جلد ۳ مناقب اہل بیت)

واضح ہو کہ مستدرک حاکم میں روایت ثقلین تین بار مروی ہے اگرچہ دوستوں نے حوالہ جات میں کثرت پیدا کرنے کے لئے چار مرتبہ اس روایت کا مستدرک حاکم میں پایا جانا شمار کیا ہے مگر یہ چیز واقعات اور انصاف کے خلاف ہے۔ فلہذا ہم پہلے ان روایات کی صحت یا عدم صحت کی جانب توجہ کرنا چاہتے ہیں بعد میں اس چوتھی روایت کی متعلقہ گفتگو بھی پیش خدمت کی جائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

مذکورہ سند میں دو شخص ایسے موجود ہیں جن کی وجہ سے تمام روایت درجہ قبولیت سے گر گئی ہے ایک ابوبکر محمد بن الحسین بن مصلح الفقیہ بالری" دوسرا جریر بن عبدالحمید ہے ہر ایک کی تفصیلی پوزیشن ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ابوبکر محمد بن الحسین

ابوبکر محمد بن الحسین بن مصلح الفقیہ بالری' یہ حضرت سنی کتب رجال متداولہ سے تلاش کیا گیا ہے کہیں سے اس کا پتہ نہیں چل سکا یعنی مجہول ہے پھر شبہہ رجال سے کوشش کی گئی ہے کہ کہیں سے دستیاب ہو جائے مگر یہ شخص روپوش ہی رہا ہے۔ اہل علم پر واضح ہو کہ عام کتب رجال کے علاوہ خاص کُنی کی کتابوں (کتاب الکنیٰ' دولابی و کتاب الکنی امام بخاری) میں ابوبکر کے نام سے جہاں جہاں کنیت مذکور ہیں وہاں سب جگہ باوجود تلاش کے نہیں مل سکا۔ اللہ اعلم۔ یہ کیسا مجہول الحال بزرگ ہے۔

جریر بن عبدالحمید الضبی ـــــ سنی رجال میں

دوسرا بزرگ جو یحییٰ بن المغیرہ السعدی کا استاد ہے' اور حسن بن عبداللہ نخعی کا شاگرد ہے۔ یعنی جریر بن عبدالحمید بن القرظ الضبی الرازی۔

۱- ..... قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ الحَافِظُ المُقَدَّمُ لٰكِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَشْتِمُ مُعَاوِيَةَ عَلَانِيَةً - (تہذیب ص۷۷ جلد ۲)

۲- ..... وَأَجْمَعُوْا عَلٰى نَفْيِهِ وَرُمِيَ بِالتَّشَيُّعِ "

(قانون الموضوعات للطاہر الفتنی ص۲۴۶)

۳- مقدمہ فتح الباری لابن حجر عسقلانی میں ہے۔
..... وَنَسَبَهُ قُتَيْبَةُ إِلَى التَّشَيُّعِ المُفْرِطِ ..... (مقدمہ فتح الباری ص۱۲۱ جلد ۲)

ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ جریر ضبی رازی شیعہ صاحب ہیں اور شیعہ بھی سخت قسم کے ہیں۔ امیر معاویہؓ کو علی الاعلان سب وشتم کرتے تھے"۔

جریر بن عبدالحمید الضبی الرازی۔ شیعہ رجال میں

۱- جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الحَمِيْدِ الضَّبِّيُّ الكُوْفِيُّ نَزَلَ الرَّيَّ (ق) (مم)

(جامع الرواۃ ص۱۴۷ جلد اول)

۲- ..... أَقُوْلُ مُقْتَضٰى عَدِّ الشَّيْخِ رہ الرَّجُلَ فِيْ طَيِّ رِجَالِ الشِّيْعَةِ دُوْنَ قَدْحٍ فِيْ مَذْهَبِهِ كَوْنُهُ إِمَامِيًّا۔

(مامقانی رجال جلد اول ص۲۱۱)

حاصل یہ ہے کہ جریر ضبی کوفی نے مقام ری میں قیام کیا اور یہ صاحب امام جعفر صادقؓ کے اصحاب میں شمار کئے جاتے ہیں۔ محمد مرزا استرآبادی نے ان کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔ مامقانی کہتے ہیں کہ شیخ طوسی کا اس شخص کو بغیر کسی مذہبی جرح کے اپنے شیعہ رجال میں شمار کر لینا اس کے امامی المذہب ہونے کا متقاضی ہے۔
مذکورہ مندرجہ روایت کے اسناد میں مزید بھی کلام ہو سکتی ہے مگر ہم نے اسی مقدار پر اکتفا کرنا مناسب خیال کیا ہے پس مجہول الحال راویوں کی روایت کو صحیح نہیں کہا جا سکتا خدا جانے حاکم نیساپوری بزرگ نے اس کو صحیح الاسناد کیسے

فرض کر لیا ہے۔ نیز روایت کے رواۃ میں حب تشیع موجود ہے اور تشیع بھی جس میں سب و شتم تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ تو قبولِ روایت کی بحث خود بخود طے ہوگئی۔

روایت دوم

حَدَّثَنَا اَبُو الْحُسَیْنِ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ تَمِیْمٍ الْحَنْظَلِیُّ بِبَغْدَادَ ثَنَا اَبُوْ قِلَابَةَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقَاشِیُّ ثَنَا یَحْیٰ بْنُ حَمَّادٍ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ بَابُوَیْهِ وَ اَبُوْ بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْبَزَّارُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ نِیْ اَبِیْ ثَنَا یَحْیٰ بْنُ حَمَّادٍ وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَصْرٍ اَحْمَدُ بْنُ سَهْلٍ الْفَقِیْهُ بِبُخَارٰی ثَنَا صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَافِظُ الْبَغْدَادِیُّ ثَنَا خَلَفُ بْنُ سَالِمٍ الْمُخْرِمِیُّ ثَنَا یَحْیٰ بْنُ حَمَّادٍ ثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِیْبُ بْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَ نَزَلَ غَدِیْرَ خُمٍّ اَمَرَ بِدَوْحَاتٍ فَقُمِمْنَ فَقَالَ كَاَنِّیْ قَدْ دُعِیْتُ فَاَجَبْتُ اِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِیْ فَانْظُرُوْا كَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْهِمَا فَاِنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَوْلَایَ وَ اَنَا مَوْلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا وَلِیُّهٗ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔"

(مستدرک حاکم صہ ۱۰۹ ج ۳
باب فضائل علی رضؓ)

مستدرک کا یہ اسناد متعدد تحویلوں کی وجہ سے کافی طویل ہے۔ اسماء رجال کی جانب توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ان رواۃ میں دو صاحب (عبدالملک رقاشی و خلف مخزمی) ایسے موجود ہیں جن کی موجودگی میں اس روایت کو صحیح الاسناد نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے ماسوا بھی اس سند میں ایسے بزرگ موجود ہیں جن کی وجہ سے یہ اسناد غیر مقبول ہے لیکن فی الحال ان دونوں دوستوں کے کوائف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عبدالملک الرقاشی

(۱/۲) اَبُوْقِلَابَۃَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِیُّ الضَّرِیْرُ ۔۔۔۔ قَالَ الدَّارقُطْنِیُّ صَدُوْقٌ كَثِیْرُ الْخَطَاءِ فِی الْاَسَانِیْدِ وَالْمُتُوْنِ ۔۔۔ كَانَ یُحَدِّثُ مِنْ حِفْظِهٖ فَكَثُرَتِ الْاَوْهَامُ فِیْهِ" (۱) تہذیب ص ۴۲۰/۴۲۱ جلد ششم)

(۲) تاریخ بغداد للخطیب ص ۴۲۵ جلد ۱۰)

(۳) عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الرَّقَاشِیُّ ۔۔۔ كَثِیْرُ الْوَهْمِ لَا یُحْتَجُّ بِهٖ ۔ (میزان الاعتدال ذہبی ص ۱۵۳ جلد دوم)

مندرجہ ہر سہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ ابو قلابۃ عبدالملک الرقاشی کے متعلق دار قطنی کہتے ہیں کہ متون روایات اور اسانید میں یہ شخص کثیر الخطاء ہے اور یادداشت سے روایت کو بیان کرتا تھا۔ فلہذا اس کی روایت میں کثرت سے وہم کو دخل ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ کثیر الوہم ہے قابل احتجاج نہیں ہے۔

خلف بن سالم مخزمی

(۱) خَلَفُ بْنُ سَالِمٍ مَخْرَمِیٌّ اَبُوْ مُحَمَّدِ نِ الْمُلْبِیُّ ۔۔۔ عَابُوْا عَلَیْهِ التَّشَیُّعَ" (تقریب التہذیب ص ۱۲۳)

(۲) قَالَ الْاٰجُرِیُّ وَکَانَ اَبُوْدَاوٗدَ لَا یُحَدِّثُ عَنْ خَلَفٍ....
قَالَ عَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ مَنْصُوْرٍ اِنَّهٗ کَانَ یُحَدِّثُ بِمَسَاوِی
الصَّحَابَةِ قَالَ قَدْ کَانَ یَجْمَعُهَا ۔ (تہذیب ص ۱۵۳ جلد ۳)

(۳)...وَنَقَمُوْا عَلَیْهِ بِتَتَبُّعِهٖ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثَ ۔
(تاریخ بغداد للخطیب ص ۳۲۸ جلد ہشتم)

ہر سہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ خلف مخزمی مہلبی حافظ تو ہے لیکن اس پر شیعہ ہونے کا عیب چسپاں ہے ۔ آجری کہتے ہیں کہ خلف مذکور سے ابو داؤد حدیث نہیں روایت کرتے تھے ۔ عبد الخالق بن منصور نے کہا ہے کہ اس شخص نے صحابہ کے مثالب و معائب جمع کر رکھے تھے ۔ خطیب بغدادی بھی یہی کہتے ہیں ۔ کہ یہ صحابہ کے مثالب و معائب کے پیچھے لگا رہتا تھا ۔ اس بنا پر محدثین نے اس پر عیب لگایا ہے ۔
اہل نظر غور و فکر کر سکتے ہیں کہ جن روایات کے راوی کثیر الخطاء ہوں کثیر الوہم ہوں ۔ ناقابلِ احتجاج ہوں صحابہ کرام پر چن چن کر عیب جمع کرنے والے ہوں ان کی روایت کو قابلِ تسلیم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے ؟

روایت سوم

حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اِسْحَاقَ وَدُعْلُجُ بْنُ اَحْمَدَ السَّجْزِیُّ قَالَا
اَنْبَانَا مُحَمَّدُ بْنُ اَیُّوْبَ ثَنَا الْاَزْرَقُ بْنُ عَلِیٍّ ثَنَا حَسَّانُ بْنُ
اِبْرَاهِیْمَ الْکِرْمَانِیُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ کُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ
عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ ابْنِ وَاثِلَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ زَیْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِیَ
اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ
مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ عِنْدَ شَجَرَاتٍ خَمْسٍ دَوْحَاتٍ عِظَامٍ
فَکَنَسَ النَّاسُ مَا تَحْتَ الشَّجَرَاتِ ثُمَّ رَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

وَسَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشِيَّةً فَصَلّٰى ثُمَّ قَامَ خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ فَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ فَقَالَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا اِنِ اتَّبَعْتُمُوْهُمَا وَهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَاَهْلُ بَيْتِيْ عِتْرَتِيْ ثُمَّ قَالَ اَتَعْلَمُوْنَ اِنِّيْ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

(مستدرک حاکم ص ۱۰۹/۱۱۰ جلد سوم)

مستدرک حاکم کی اس تیرمحرّر روایت میں متعدد افراد ناقابل احتجاج ہیں۔ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف ایک بزرگ محمد بن سلمہ حضرمی کے کوائف پیش کرنا چاہتے ہیں۔ روایت کا درجہ معلوم کرنے کے لئے یہی کافی ہوگا۔

محمد بن سلمہ بن کہیل ــــ سُنّی رجال میں

(۱) مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ الْحَضْرَمِيُّ ۔۔۔۔ كَانَ ضَعِيْفًا

(طبقات ابن سعد ص ۲۶۴ جلد ۲ ق ۲)

(۲) ۔۔۔ ذَاهِبٌ وَاهِي الْحَدِيْثِ" (میزان الاعتدال ص ۶۷ جلد ۳)

(۳) ۔۔۔۔ قَالَ الْجَوْزَجَانِيُّ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ ۔۔۔۔ قَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ضَعِيْفًا كَذَا قَالَ ابْنُ الشَّاهِيْنِ فِي الضُّعَفَاءِ ۔۔۔۔ قَالَ وَكَانَ يُعَدُّ مِنْ مُتَشَيِّعِي الْكُوْفَةِ۔" (لسان المیزان ص ۱۸۳ جلد ۵)

خلاصۃ المرام یہ ہے محمد بن سلمہ مذکور محدثین کے ہاں ضعیف ہے، درجہ اعتبار سے ساقط ہے اور اس کی روایت بے اصل ہے، جوزجانی کہتے ہیں کہ اس کی روایت بے اصل ہے۔ ابن سعد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ابن شاہین نے بھی اس طرح

کہا ہے اور یہ بزرگ خیر سے شیعان کوفہ میں شمار کئے جاتے ہیں

محمد بن سلمہ حضرمی ــــ شیعہ رجال میں

(۱/۲) مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ الْحَضْرَمِيُّ أَسْنَدَ عَنْهُ (ق "

(منتہی المقال ص۲۴۵ جامع الرواۃ ص۱۱۹ جلد ۲)

(۳) مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ . . . . عَدَّهُ الشَّيْخُ فِي رِجَالِهِ مِنْ أَصْحَابِ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَالُهُ كَسَابِقِهِ (كَوْنُهُ إِمَامِيًّا" (مامقانی ص۱۳۱ جلد سوم)

حاصل یہ ہے کہ محمد بن سلمہ سے شیعہ کے ہاں روایات مروی ہیں۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اس شخص کو اصحاب جعفر صادق سے شمار کیا ہے اور سابق راوی کو طرح یہ شخص بھی امامی بزرگ ہے۔

اسناد سابق میں ان رواۃ کی موجودگی روایت کی عدم قبولیت کے لئے کافی ہے۔ مزید بحث وتجیث کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

تنبیہ ، علامہ ذہبی نے اپنی تلخیص میں اس مندرجہ بالا روایت کے حق میں "ناقدانہ الفاظ" یہ درج فرمائے ہیں

یعنی بخاری ومسلم ہر دو بزرگوں نے اس روایت کی تخریج محمد بن سلمہ بن کہیل کی وجہ سے نہیں کی محمد بن سلمۃ کو ابو اسحاق السعدی الجوزجانی نے غیر معتبر و بے اصل قرار دیا ہے۔" (تلخیص ذہبی ص ۱۱۰ ج ۳)

روایت چہارم

(از مستدرک حاکم)

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ الشَّيْبَانِيُّ بِالْكُوفَةِ ثَنَا أَحْمَدُ

بْنُ حَازِمِ نِ الْغِفَارِيُّ ثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ ثَنَا کَامِلُ اَبُوالْعَلَاءِ قَالَ سَمِعْتُ حَبِیْبَ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ یُخْبِرُ عَنْ یَحْیٰی بْنِ جَعْدَۃَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِنْتَہَیْنَا اِلٰی غَدِیْرِ خُمٍّ فَاَمَرَ بِدَوْحٍ فَکُسِحَ فِیْ یَوْمٍ مَّا اَتٰی عَلَیْنَا یَوْمٌ کَانَ اَشَدَّ حَرًّا مِنْہُ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَمْ یُبْعَثْ نَبِیٌّ قَطُّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ مَا عَاشَ الَّذِیْ کَانَ قَبْلَہٗ وَاِنِّیْ اُوْشِکُ اَنْ اُدْعٰی فَاُجِیْبَ وَاِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ فَقَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ . . . . مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ (مستدرک حاکم ص۵۳۳ جلد ۳)

حاصل مطلب یہ ہے ۔ زید بن ارقم کہتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ غدیر (تالاب جس کا نام خم ہے) کے پاس آئے پس درختوں کی صفائی کا حکم دیا گیا وہ ہم پر سخت ترین گرمی کا یوم تھا۔ حضور نبی کریم نے حمد وثنا کے بعد خطاب فرمانا شروع کیا فرمانے لگے ۔ لوگو! ہر ایک نبی اپنے سے سابق نبی کی نصف عمر کی مقدار زندہ رہتا ہے ۔ عنقریب پیغام وفات پہنچے گا میں اسے قبول کروں گا ۔ میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے اللہ عزوجل کی کتاب ہے پھر کھڑے ہوئے اور علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو! تمہارے متعلق تمہاری جان سے زیادہ مہربان اور دوست دار کون شخص ہے ۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا جس کا میں دوستدار ہوں پس علی بھی اس کے دوستدار و مہربان ہیں۔

دوست اس روایت کو بھی "اثبات ثقلین" کے لیے پیش کر دیتے ہیں چنانچہ رسالہ "ارشاد رسول الثقلین" میں اس کو دیگر روایات کے ساتھ شمار کیا ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق ہم مختصراً ایک دو چیزیں عرض کرتے ہیں۔

(۱)

اگر روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس میں "ثقلین یا خلیفتین" کا لفظ مفقود ہے جس سے شیعہ کا مقصد پورا ہو سکتا ہو۔ جب متن حدیث میں ثقلین یا خلیفتین کا لفظ ہی نہیں ہے تو اپنی طرف سے دو چیزیں اختراع کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔ روایت کی عبارت کا مطلب صاف ہے کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو گے وہ کیا ہے؟ کتاب اللہ ہے، اس کے بعد حضرت علی کے متعلق بعض لوگوں کو چند بدگمانیاں یا غلط فہمیاں سفر یمن میں پیدا ہو گئی تھیں۔ وہ بے بنیاد تھیں ان کے ازالہ کی خاطر اہتمام کر کے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر یہ الفاظ فرمائے گئے جس کا میں دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔ تاکہ بعض لوگوں کے دلوں میں حضرت علی کے حق میں جو انقباض سا پیدا ہو گیا ہے وہ انبساط سے بدل جائے اور نفرت زائل ہو کر مودت پیدا ہو جائے، مزعومہ خلافت کی طرف کہیں اشارہ تک میسر نہیں ہوتا چہ جائیکہ بلافصل کے دعوے پر اس روایت کو نص قطعی کا درجہ دیا جائے۔

(۲)

اور اگر تارک فیکم سے مراد ثقلین (دو بھاری) ہی تجویز کرنا مقصود خاطر ہے تو پھر بڑی آسانی سے یوں کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ اس سے مقصد دو اہم چیزیں یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں جب یہ اہم مدعیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما چکے تو ایک دوسرے مسئلہ کی طرف توجہ منعطف فرما کر فرمایا یا ایھا الناس الخ ثم قام کے الفاظ سے اس پر قرینہ قویہ قائم ہے، ثم کا لفظ اپنی وضع کے اعتبار سے واضح

کر رہا ہے کہ پہلے کچھ کلام کسی معاملہ کے لئے جاری تھا اور اس معاملہ کو ختم کر کے پھر اس دوسرے کام کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں پس ثم قام کے الفاظ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ثم سے قبل ایک الگ مقصد ہے اور ثم کے بعد ایک دوسرا مطلب ہے۔ فافہم

بحث مستدرک کا تتمّہ

مستدرک حاکم کی روایات متعلقہ ثقلین کی بحث کے اختتام پر ہم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وہ تنقید بھی درج کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب "بستان المحدثین" میں علامہ ذہبی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ اس تنقید کے پیش نظر مستدرک کی روایات کا فی الجملہ درجہ اعتماد واضح ہو جاتا ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ:

احادیث بسیار است در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضی از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ

یعنی بہت سی احادیث مستدرک میں ایسی ہیں جو صحت کی شرط پر نہیں ہیں۔ بلکہ بعض حدیثیں اس میں موضوع بھی ہیں جن کی وجہ سے تمام کتاب مستدرک معیوب ہو گئی ہے۔ (بستان المحدثین ص ۱۴ فارسی بحث صحیح حاکم)

پھر لکھتے ہیں کہ:

"حافظ ذہبی در تاریخ گفتہ است..... وبقدر ربع باقی واہیات و مناکیر بلکہ موضوعات نیز ہست۔ چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بہ تلخیص ذہبی ست خبردار کردہ ام" انتہی

(بستان المحدثین ص ۴۳ فارسی)

یعنی بقدر چوتھائی کتاب ہذا بے اصل اور موضوع حدیثوں سے مزین ہے چنانچہ میں نے اپنی تلخیص میں ان روایات سے خبردار کیا ہے۔

اسناد (ثقلین) از مشہور مفسّر ثعلبی

ابو اسحاق احمد بن ابراهیم الثعلبی النیشاپوری

المتوفی ۴۲۷ھ

حدثنا حسن محمد بن حبیب المفسر قال وجدت فی کتاب جدی بخطه حدثنا احمد بن الاحجم القاضی المروزی حدثنا الفضل بن موسٰی الشیبانی اخبرنا عبد الملک بن ابی سلیمان عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایها الناس انی قد ترکت فیکم خلیفتین ان اخذتم بهما لن تضلوا بعدی احدهما اکبر من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی الا انهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض۔" (عبقات الانوار ص ۲۰۴-۲۰۵ جلد اول)

ناظرین کرام پر واضح رہے کہ ثعلبی کے اسناد مذکورہ میں دو بزرگ ایسے موجود ہیں۔ جن کی موجودگی میں اس اسناد کو از روئے قواعد صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ ایک احمد بن الاجحم ہے دوسرا عطیہ عوفی ہے۔ ان کی متعلقہ تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

احمد بن الاجحم القاضی

قال لسان المیزان۔ احمد بن الاحجم المروزی۔۔۔ قال فیه ابن الجوزی قالوا کان کذابا۔"

۱۔ لسان المیزان ص ۱۳۴ جلد اول طبع دائرہ المعارف دکن
۲۔ و میزان الاعتدال ص ۳۸ جلد اول طبع مصر

یعنی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ و حافظ ذہبیؒ ہر دو نے اس کی جعلی روایت ذکر کرنے کے بعد ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ محدثین اس احمد بن الاجم کو کذاب کہتے ہیں۔

عطیہ عوفی : دوسرا عطیہ عوفی ہے۔ اس کی پوزیشن اور مکمل تشریح " طبقات ابن سعد کے اسناد کے تحت تحریر کی جا چکی ہے۔ عطیہ ضعیف ہے، شیعہ ہے۔ محدثین کے نزدیک قابلِ حجت نہیں ہے۔ اس نے اپنے شیخ محمد بن السائب الکلبی (جو مشہور دروغ گو ہے) سے بہت سی روایات لوگوں میں پھیلا رکھی ہیں اور اس کی کینت ابوسعید تجویز کی ہوئی ہے تاکہ لوگ ابوسعید خدری صحابی سمجھ کر روایت بلا چون و چرا تسلیم کرلیں"۔ اس قسم کے رواۃ کی روایت قطعاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

اسناد از "حلیۃ الاولیاء" ابونعیم اصفہانی احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق اصفہانی متوفی سنہ ۴۳۰ھ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ حَمْدَانَ ثَنَا حَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ حَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْوَشَّاءُ ثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ الْاَنْمَاطِيُّ عَنْ مَعْرُوْفِ بْنِ خَرَّبُوْذَ الْمَكِّيِّ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدِنِ الْغِفَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ وَاِنَّكُمْ وَارِدُوْنَ عَلَى الْحَوْضِ فَاِنِّيْ سَائِلُكُمْ حِيْنَ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ فَاِنِّيْ سَائِلُكُمْ حِيْنَ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا اَلثَّقَلُ الْاَكْبَرُ كِتَابُ اللّٰهِ سَبَبٌ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ وَلَا تَضِلُّوْا وَلَا تَبَدَّلُوْا وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاِنَّهٗ قَدْ نَبَّاَنِيَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ"۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ص۳۵۵ جلد اول تذکرہ حذیفہ)

اس اسناد مذکور میں سے صرف تین دوستوں محمد بن احمد بن حمدان اور انماطی اور معروف مکی کی پوزیشن معلوم کر لینے سے سارا معاملہ حل ہو جاتا ہے۔ انماطی صاحب اور معروف مکی صاحب ہر دو کا ذکر خیر "نوادر الاصول" حکیم ترمذی کے اسناد کے تحت مفصل درج کر دیا گیا ہے۔ بار بار دہرانے کی حاجت نہیں ہے خالص شیعہ بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف عند المحدثین بھی ہیں اور محمد بن احمد بن حمدان ابو عمرو المحدث نیشاپوری کا حال اس طرح درج ہے کہ قال ابن طاہر یتشیع۔

۱۔ میزان الاعتدال ص ۱۶ ج ۳
۲۔ لسان المیزان ص ۳۸ ج ۵

حاصل یہ ہے کہ توثیق کے باوجود یہ حضرت شیعہ مسلک رکھتے تھے۔

یہ قاعدہ تو مسلم ہی ہے کہ دوستوں کی روایت ان کے مسلک کی تائید کے سلسلہ میں قبول نہیں کی جا سکتی لہٰذا اہلسنت پر اس قسم کی روایات پیش کرنا بالکل بے جا اور ناروا طریقہ ہے جو قواعد کو برطرف ڈال کر اختیار کیا جاتا ہے۔

تنبیہ: عبقات الانوار جلد اول ص ۲۰۶ پر ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی کی مزید روایات ثقلین کتاب منقبت المطہرین کے ذریعہ سے درج کی گئی ہیں مگر ان تمام روایات کی ایک سند بھی نہیں ذکر کی۔ جن جن روایات کی سند نہ پیش کی جائے اس کا جواب لکھنا بے سود ہے جو روایت صحیح سند کے ساتھ پیش کی جائے گی البتہ وہ قابلِ قبول ہے اور مندرجہ بالا روایت بمع مکمل سند کے ہم نے براہِ راست حلیۃ الاولیاء اصفہانی سے تلاش کر کے پیش کی ہے اور اس پر جو جرح از روئے قواعد پائی جاتی ہے وہ بھی پیش کر دی ہے۔

اسناد از تاریخ بغداد للخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ

أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ بُرْهَانَ الْغَزَّالُ حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ النَّقَّاشُ إِمْلَاءً۔ اَخْبَرَنَا الْمُطَيِّنُ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ مَعْرُوْفٍ عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ فَرَطٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ وَارِدُوْنَ عَلَىَّ الْحَوْضَ وَاِنِّىْ سَائِلُكُمْ حِيْنَ تَرِدُوْنَ عَلَىَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ" فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِىْ فِيْهِمَا الثَّقَلُ الْاَكْبَرُ كِتَابُ اللّٰهِ سَبَبٌ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَ طَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ وَلَا تَضِلُّوْا وَلَا تَبَدَّلُوْا۔

(تاریخ بغداد ص ۴۴۲ جلد ۸ تذکرہ زید بن حسن انماطی)

خطیب کی مذکورہ روایت میں بھی دو بزرگ مندرجہ بالا یعنی زید بن حسن انماطی اور معروف مکی کا موجودہ ہونا ہی عدم قبولیت کے لئے کافی ہے مزید کسی اور راوی مجروح تلاش کرنے کی حاجت ہی نہیں۔ ضعفاء و شیعہ لوگوں کی روایات غیر مسلم ہوا کرتی ہیں۔

مذکورہ ہر دو راویوں کی تشریح اسماء رجال سے نوادر الاصول کی روایت کے تحت درج کی جا چکی ہیں۔ وہاں تفصیل ملاحظہ ہو۔

تنبیہ: صاحب عبقات نے جلد اوّل ص ۲۲۱ پر خطیب بغدادی کی ایک روایت جابر بن عبداللہ سے کتاب مفتاح النجا (از میرزا محمد بدخشانی) کے حوالہ سے درج کی ہے مگر سند روایت ندارد ہے فلہٰذا اس کے جواب کی طرف ہم کو توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر صحیح سند کے ساتھ روایت پیش ہوگی تو وہ قبول ہے۔

اور مندرجہ بالا روایت مکمل سند کے ساتھ ہم نے تاریخ بغداد (للخطیب بغدادی) جلد ہشتم ص ۴۴۲ سے از راہ خود نقل کی ہے اور جرح و قدح بھی ساتھ ہی مختصراً درج کر دی ہے۔

اسناد ابوبکر البیہقی
متوفی ۴۵۸ھ

(منقول از عبقات الانوار ص۲۱۵ جلد اول)

اسناد اوّل، اخطب خوارزم متوفی ۵۷۱ھ در مناقب گفتہ عن احمد بن حسین بن علی (البیہقی)۔

فقال اخبرنا ابو عبداللہ قال حدثنا ابو نصر احمد بن سھل الفقیہ بخاری قال حدثنا صالح بن محمد الحافظ قال حدثنا خلف بن سالم قال حدثنا یحییٰ بن حماد قال حدثنا ابو عوانۃ عن سلیمان الاعمش قال حدثنا حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن ارقمؓ قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حجۃ الوداع و نزل بغدیر خم امر بدوحات فقد ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھا الخ (عبقات الانوار ص۲۱۵ جلد اول)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ابوبکر بیہقی کا یہ اسناد بعینہٖ مستدرک حاکم کے اسناد دوم میں اپنی تشریحات کے ساتھ گزر چکا ہے۔ حاصل یہ ہے۔ اس سند میں خلف بن سالم المخرمی حلوہ افروز ہے یہ خلف محدثین کے نزدیک "شیعہ" ہے اور صحابہ کرام کے معائب و نقائص کی روایات کو جمع کرنا اس کا شیوہ تھا۔ یہی مشغلہ اس کے اندرونی خیالات کا پورا آئینہ دار ہے۔ مزید تسلی کے لئے اہل علم تقریب التہذیب و تہذیب عسقلانی و تاریخ بغداد للخطیب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ مکمل حوالہ جات مستدرک حاکم کے اسناد دوم کے موقع پر عرض کئے جا چکے ہیں۔ فلہٰذا اس اسناد کے غیر معقول ہونے کے لئے صرف ایک اس بزرگ کا تشیع ہی کافی ہے۔

اگرچہ مزید کلام بھی بعض رواۃ سند ہذا کے باعث کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اختصار کے پیشِ نظر اسی پر اکتفا کیا ہے۔

تنبیہہ اوّل: خود اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۵، ۵۷۱ھ) بزرگ بھی قابلِ توجہ ہے۔ اس کے متعلق اور اس کی روایات کے متعلق ابن تیمیہ حرانی اور شاہ عبدالعزیز نے جو کچھ درج فرمایا ہے وہ بعینہٖ ہم ناظرین کرام کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد سوم ص۱۰ میں ہے کہ

۱۔ ان اخطب خوارزم هذا له مصنف فی هذا الباب فیه من الاحادیث المکذوبة ما لا یخفی کذبه علی من له ادنی معرفة بالحدیث فضلاً عن علماء الحدیث ولیس هو من علماء الحدیث ولا ممن یرجع الیه فی هذا الشان البتة۔ الخ

یعنی اخطب خوارزم نے اس باب (فضائل علی المرتضیٰ واہل بیت) میں کتاب "مناقب" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس مناقب میں بہت سی روایات جھوٹی ہیں جس شخص کو فن حدیث کے ساتھ کچھ مناسبت ہے اس پر ان کا کذب واضح ہے۔ چہ جائیکہ علماء حدیث کے سامنے پیش کی جائیں اخطب خوارزم علماء حدیث میں سے نہیں ہے اور نہ اس قابل ہے کہ اس باب میں اس کی طرف رجوع کیا جائے۔" (منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۰۱) جلد ۳ تحت الفصل العاشر

تحفہ اثنا عشریہ فارسی میں تحت حدیث ہفتم (من ناصب علیا فی الخلافة فهو کافر) لکھا ہے کہ:

ابن المطہر الحلی نسبت روایت ایں حدیث باخطب خوارزم کردہ و ابن المطہر در نقل بسیار خائن ست و اخطب خوارزم ہم معتبر نیست کہ مخالف احادیث صحاح است کہ در کتب امامیہ موجود اند الخ

پھر لکھتے ہیں کہ:

"محدثین اہل سنت اجماع دارند کہ روایات اخطب زیدی ہمہ از
مجاہیل وضعفا ست وبسیاری از روایات او منکر وموضوع وہرگز
فقہائے اہلسنت بمرویات او راحتجاج نمایند"

(تحفہ اثناعشری ص ۳۳۸ و ۳۳۹ فارسی بحث احادیث
امامتہ وخلافتہ تحت حدیث ہفتم طبع ۱۳۰۹ئہ نولکشور لکھنو)

یعنی تحفہ اثناعشریہ کی ہر دو عبارات کا حاصل یہ ہے کہ ابن مطہر حلی شیعی نے
اس روایت من ناصب علیًا فی الخلافۃ فھو کافر کی نسبت اخطب خوارزم کی
طرف کی ہے۔ ابن مطہر مذکور نقل روایات میں بہت خیانت کرنے والا ہے
اور اخطب خوارزم کی طرف اس حدیث کی نسبت ہونا اس کے غیر معتبر ہونے
کے لئے کافی ہے۔ اخطب خوارزم غالی زیدی شیعوں میں سے ہے۔ نیز یہ بات ہے
کہ اخطب مذکور نے جو مناقب امیرالمومنین علی کے فضائل میں کتاب لکھی ہے۔ اس
میں یہ روایت مذکورہ ہرگز نہیں ہے اگر بالفرض پائی جائے تب بھی معتبر نہیں ہے
اس وجہ سے کہ صحیح روایات امامیہ کے بھی بالکل مخالف ہے پھر شاہ صاحبؒ فرماتے
ہیں کہ۔۔۔۔ اہلسنت کے محدثین اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ اخطب زیدی مذکور
کی سب روایات مجہول وضعیف لوگوں سے منقول ہیں اور اس کی بیشتر روایات
معتبر لوگوں کے خلاف اور جعلی ہیں۔ اہل السنتہ کے فقہاء اس کی مرویات کے ساتھ
ہرگز احتجاج واستدلال نہیں کرتے۔ (تحفہ اثناعشریہ بحث امامت حدیث ہفتم)

معلوم رہے کہ بیہقی کا شیخ ابوعبداللہ حاکم ہے۔ فلہٰذا یہی سند حاکم کی ہے

تنبیہ دوم کوئی الگ روایت بیہقی نے نہیں پیش کی۔ یہ روایت حاکم والی ہی ہے
پھر ایک ہی روایت کو الگ الگ کر کے صاحب عبقات نے دو روایتیں دو سندوں
کے ساتھ ذکر کر ڈالی ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام سے تکثیر حوالہ جات کی
داد حاصل کی جائے۔ اس قسم کی چالاکیاں کر کے اس کتاب کو ضخیم بنایا گیا ہے۔

حتیٰ کہ صرف ایک روایت ثقلین پر دو ضخیم جلد مرتب کر ڈالے ہیں۔

اسناد دوم بیہقی

از سنن کبریٰ بیہقی ص۱۱۴ جلد ۱۰ طبع دکن

صاحب عبقات لکھتے ہیں۔

کہ نیز بیہقی این حدیث شریف را از زید بن ارقم بلفظ دیگر روایت کردہ چنانچہ حموی در فرائد السمطین گفتہ .... اخبرنا الامام الشیخ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی قال انبأنا ابومحمد جناح بن نذیر بن جناح القاضی بالکوفۃ قال انبأنا ابوجعفر محمد بن علی بن رحیم قال انبأنا ابراھیم بن اسحق الزھری قال انبأنا جعفر یعنی ابن عون ویعلی عن ابن حیان التیمی عن یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقمؓ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فحمد اللہ واثنیٰ علیہ فقال اما بعد ایھا الناس انما انا بشر یوشك ان یاتینی رسول ربی وانی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فاستمسکوا بکتاب اللہ وخذوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال اذکرکم اللہ تعالیٰ فی اھل بیتی ثلاث مرات اخرجہ مسلم فی الصحیح من حدیث ابی حیان التیمی۔ (السنن الکبریٰ ص۱۱۴ جلد ۱۰)

اولاً: معلوم ہونا چاہیے کہ اس اسناد میں متعدد ایسے بزرگ موجود ہیں۔ جن کا تذکرہ عام رجال و تراجم کی کتابوں میں مفقود ہے۔ بیہقی کے استاد جناح ابن نذیر کا تذکرہ کہیں مفصل نہ مل سکا۔ صرف اتنی بات بڑی کرید کرنے سے معلوم ہوتی ہے

کہ بیہقی کے مشائخ میں ان کا شمار پایا گیا ہے۔ اور پس پھر جناح کے شیخ ابو جعفر محمد بن علی مذکور تو بالکل ہی مفقود الخبر ہیں۔ تاحال کوئی سراغ نہیں مل سکا اسی طرح اس کا شیخ ابراہیم بن اسحٰق زہری بھی مجہول الحال ہے۔ اس کا باوجود کثیر تلاش کے کچھ سراغ نہ مل سکا۔ متعدد ایسے مجہول الحال و مفقود الخبر لوگوں کی روایت کو صحت کے درجہ میں کیسے تسلیم کر لیا جائے؟

ثانیاً، یہ عرض ہے کہ اگر اس اسناد سے قطع نظر کر کے نفس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مفہوم اور اس کا درست محل بھی وہی ہے۔ جو مسلم شریف والی روایت کے متعلق علماء محققین نے درج فرمایا ہے۔ روایت مسلم کے تحت اس کے معنی کو اپنی ضروری تشریح کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے وہاں کے مباحث یہاں معتبر ہیں دوبارہ نقل کرنے کی حاجت نہیں۔

ابن المغازلی کے اسانید

ابو الحسن علی بن محمد الطیب الجلالی المعروف بابن المغازلی
المتوفی ۴۸۳ھ

اول روایت ثقلین از ابن بشران النحوی

حدیث ثقلین را پس ابن المغازلی در کتاب المناقب گفتہ۔

اخبرنا ابو غالب محمد بن احمد بن سهل النحوی المعروف بابن بشران ثنا ابو عبد الله محمد بن علی السقطی ثنا ابو محمد عبد الله بن شوذب ثنا محمد بن ابی العوام الریاحی ثنا ابو عامر العقدی عبد الملك بن عمرو ثنا محمد بن طلحة عن الاعمش عن عطية بن سعد عن ابی سعيد الخدری ان رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشك ان ادعیٰ فاجیب و
انی قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود
من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی و ان اللطیف
الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض
فانظروا کیف تخلفونی فیھما" (عبقات الانوار ص۲۱۸ جلد اول)

روایت دوم ابو محمد الغندجانی

ابو محمد الحسن بن احمد بن موسیٰ الغندجانی متوفی ۴۶۷ھ

ابن المغازلی در مناقب گفتہ

اخبرنا الحسن بن احمد بن موسیٰ غندجانی ثنا احمد بن
محمد ثنا علی بن محمد المقری (المصری) ثنا محمد بن عثمان
ثنا مصرف بن عمر ثنا عبد الرحمٰن بن محمد بن طلحۃ عن
ابیہ عن الاعمش عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوشك ان ادعی فاجیب
وانی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ عز وجل وعترتی اھل بیتی
فانظروا کیف تخلفونی فیھما" (عبقات الانوار ص۲۲۷ جلد اول)

(۱)

واضح ہو کہ ابن المغازلی (متوفی ۴۸۳ھ) نے بھی کتاب المناقب لکھی ہے
اس میں یہ روایت ثقلین اپنے ۵ عدد اسانید کے ساتھ لائے ہیں جیسا کہ عبقات سے
ظاہر ہے۔ ورنہ خود ابن مغازلی تاحال ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا تاکہ پتہ چل سکتا یہ
کس درجہ کے، کس معیار کے بزرگ ہیں؟ رطب و یابس جمع کر ڈالنے والے حضرت
ہیں یا صحیح و سقیم کو کچھ دیکھنے والے ہیں یا کیسے ہیں۔ اپنی کتب سے تو کچھ پتہ نہ چلا

البتہ شیعی تراجم میں تلاش کرنے سے تتمۃ المنتہی للشیخ عباس قمی ص ۳۴۴ طبع طہران میں یہ بزرگ پائے گئے ہیں۔ جس درجہ کے بزرگ ہوں تاہم، ان کی اسانید کو قواعد روایت کے رو سے دیکھنا لازمی ہے۔ فلہٰذا ہر ایک سند درج کر کے اس کا حال صحت وسقم پیش کیا جاتا ہے۔

(۲)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ابن مغازلی کی ۵ عدد اسانید میں سے پہلی سند جو اوپر درج کی گئی ہے اور ابن بشران النحوی کے ذریعہ سے منقول ہے۔ اس میں عطیہ عوفی جدلی کوفی موجود ہے۔ اسی طرح دوسری سند ابن مغازلی میں جو ابو محمد الغندجانی کے واسطہ سے اوپر مندرج ہے وہاں بھی عطیہ عوفی جدلی کوفی جلوہ افروز ہے جو ابو سعید کا شاگرد دکھلایا جاتا ہے۔

اور عطیہ عوفی اور ابو سعید (جو اصل میں محمد بن السائب کلبی ہے) کے متعلق تشریح ہم متعدد دفعہ واضح کر چکے ہیں اور پورے حوالہ جات کے ساتھ ان کی پوزیشن واشگاف کی جا چکی ہے۔ طبقات ابن سعد کی سند پر جہاں کلام کیا گیا ہے وہاں حوالہ جات مکمل درج کر دیئے ہیں جس صاحب نے تسلی کرنی ہو وہاں رجوع کریں حاصل یہ کہ عوفی شیعہ بزرگ ہیں۔ بڑے چست قسم کے شیعہ ہیں۔ اپنے شیخ محمد بن السائب الکلبی سے (جو مشہور کذاب ہے) روایت چلاتے ہیں اور اس کی کنیت ابو سعید مقرر کر رکھی ہے۔ پھر خدری کا لفظ اضافہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ سامع ابو سعید خدری صحابی سمجھ کر بے چون وچرا روایت کو تسلیم کر لے۔ یہ اس کا تمام جعل علماء رجال نے خوب واضح کر دیا ہے فلہٰذا شیعہ سنی مسائل مختلف فیہ میں اس کی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب جلد ہفتم ص ۲۲۵ ج ۷، طبع حیدر آباد دکن، اور قانون الموضوعات طاہر الفتنی ص ۲۷۸ طبع مصر اور شیعہ رجال میں سے رجال مامقانی، تنقیح المقال

عطیہ عوفی کے حالات کے لئے کافی ہوگی وہاں اس شخص کو امام محمد باقر کے اصحاب میں شمار کیا ہے، (رجال مامقانی ص ۲۵۳ جلد دوم)

ان حالات مندرجہ کے بعد ان کی قبول روایت کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے مزید کسی غور و فکر کی حاجت نہیں۔

(۳)

ابن المغازلی کی تیسری اور چوتھی روایت بمع سند پہلے بلفظہ "طبقات" سے نقل کرکے ہم درج کرتے ہیں اس کے بعد اس کے اسناد کی متعلقہ گفتگو پیش کی جائے گی۔

سند سوم

اخبرنا ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان المعروف بابن الصیرفی البغدادی قدم علینا واسطاً (سنہ ۴۳۰ھ) قال ثنا ابوالحسین عبید اللہ بن احمد بن یعقوب بن البواب ثنا محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی ثنا وھبان و ھو ابن بقیۃ الواسطی ثنا خالد بن عبد اللہ عن الحسن بن عبید اللہ عن ابی الضحیٰ عن زید بن ارقم رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

(طبقات الانوار ص ۲۲۶ جلد اول)

سند چہارم

اخبرنا ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان ابوالحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ الحافظ اذنا ثنا محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی ثنا سوید ثنا علی بن مسھر عن ابی حیان التیمی ثنی یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقم رض یقول قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخطبنا فقال

اما بعد ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان ادعی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین وھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ و النور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی قال لھا ثلاث مرات۔

(عبقات الانوار صہ ۲۲۷، ۲۲۸، ج اوّل)

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابن المغازلی کی اس تیسری روایت کہ محمد بن محمد الباغندی نے روایت کیا ہے۔ اس کے متعلق علماء رجال نے جو تنقید وگرفت کی ہے اس کے پیشِ نظر اس کی روایت کو صحیح نہیں شمار کیا جاسکتا۔ اب ہم علی الترتیب اس پر جو تنقید پائی جاتی ہے، وہ درج کرتے ہیں۔

۱۔" قال الخطیب فی تاریخہ بغداد .... قال ابو بکر بن عبدان انہٗ کان یخلّط ویدلس .... قال حمزۃ قال الدارقطنی کان کثیر التدلیس یحدث بما لم یسمع وربما سرق .... قال ابو بکر الاسماعیلی لا اتھمہٗ فی قصد الکذب ولکنہٗ خبیث التدلیس وکثیر التصحیف۔" (تاریخ بغداد صہ ۲۱۲-۲۱۳ - جلد ثالث)

یعنی خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد جلد ۳ میں لکھتا ہے کہ ابن عبدان کہتے ہیں یہ شخص (باغندی) روایت خلط اور ملاوٹ کردیتا تھا اور اپنے مروی عنہ کا پتہ نہ دیتا تھا دارقطنی کے حوالہ سے حمزہ کہتے ہیں کہ یہ شخص بہت تدلیس کرتا اور جو روایت نہ سنی ہوتی تھی اس کو روایت کردیتا تھا۔ اور بسا اوقات روایت میں سرقہ یعنی چوری کرتا۔ اس طرح کرکسی کی روایت اس کے اذن کے بغیر لے کر چلا دیتا اور اسماعیلی کہتے ہیں کہ یہ بُری تدلیس کرتا تھا۔ اور بہت ملاوٹ سے کام لیتا تھا۔"

۲۔ حافظ ذہبی نے اپنی تصانیف میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ میں باغندی کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۔۔۔ کان مدلسا وفیہ شیء۔۔۔۔ قال السلمی سألت الدارقطنی عن محمد بن محمد الباغندی فقال مخلط، مدلس یکتب عن بعض اصحابہ ثم یسقط بینہ وبین شیخہ ثلاثۃ وھو کثیر الخطاء

{میزان الاعتدال جلد سوم ص۱۲۹ جلد ۳ و تذکرۃ الحفاظ ذہبی ص۲۷۲/۲۷۳ جلد دوم}

۳۔ اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں بھی یہ درج کیا ہے۔

قال الدارقطنی۔۔۔۔ مخلط، مدلس یکتب عن بعض اصحابہ ثم بینہ وبین شیخہ ثلاثۃ وھو کثیر الخطاء۔۔۔ قال ابن عدی ولہ اشیاء انکرت علیہ۔

(لسان المیزان ص۳۶۰/۳۶۱ جلد پنجم)

نوٹ: اب اس کی اگرچہ توثیق بھی منقول ہے مگر الجرح مقدم علی التعدیل کے تحت اس کی روایت درجۂ صحت میں تسلیم نہ ہوگی۔

میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفاظ و لسان المیزان، ہر سہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ یہ شخص مدلس (اپنے شیخ کو نہ بیان کرنے والا) ہے اور اس میں ضعف ہے اور اپنے اوپر کے مشائخ حدیث سے تین تین آدمیوں کو سند سے ساقط کر دیتا ہے۔ کثیر الخطاء یعنی غلطی کنندہ ہے اور کئی چیزیں ثقہ لوگوں کے خلاف ذکر کر دیتا ہے۔

(۴)

ابن مغازلی کی چوتھی روایت بمعہ سند جو اوپر درج کی گئی ہے اس کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ پہلی گذارش تو یہ ہے۔ کہ یہ روایت بھی الباغندی مذکور کے ذریعہ مروی ہے جس کی جرح صاف الفاظ میں اوپر درج کی ہے۔ اس جرح کے باوجود اس روایت

کا درجہ صحت تسلیم کرنا مشکل امر ہے۔

علی سبیل التنزل اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر لی جائے تو اس میں دوسری گنجائش موجود ہے۔ جس پر ثم قال کے الفاظ صراحۃً دلالت کر رہے ہیں۔ اس کی تفصیل مسند دارمی اور مسلم شریف کی روایت کے تحت مکمل طور پر مل سکے گی وہاں رجوع کر لینا چاہیئے فلہٰذا دوستوں کے مدعا کے لئے یہ مفید نہیں ہے یعنی تقریب تام نہیں۔

تنبیہ: صاحب عبقات نے سنہ ہجری کی ترتیب کے تحت ۳۷۹ھ میں اپنی کتاب کے ص۱۹۲ جلد اول پر روایت ثقلین کا ایک مزید اسناد درج کیا ہے کہ محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ الحافظ البغدادی اذناشنا محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی ثنا سوید ثنا علی بن المسھر عن ابی حیان التیمی حدثنی یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقمؓ یقول قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

اس کے متعلق یاد رہے کہ یہ کوئی الگ اسناد کسی دوسرے محدث کا نہیں ہے۔ اسی ابن المغازلی کی چوتھی سند مندرجہ بالا بعینہٖ ہے لہٰذا اس سند کے لئے کسی الگ بحث کی حاجت نہیں ہے جو کچھ اس چہارم سند مغازلی کے لئے لکھا گیا وہی کافی ہے۔ کتاب کا حجم بڑھانے کے لئے میر حامد حسین صاحب نے یہ طرز اور یہ روش اختیار کر رکھی ہے کہ ایک روایت کے ایک اسناد میں جو متعدد رواۃ ایک دوسرے سے نقل کنندگان ہیں ان کو ہی الگ الگ محدث قرار دے کر جدا جدا اسانید تجویز کر کے کثرت اسناد دکھلانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ چیز حقیقت الامر کے بالکل خلاف ہے سبحان اللہ! کیا عجیب طرز تصنیف ہے۔

روایت پنجم (۵)

ابن المغازلی کی پانچویں روایت بلفظہٖ بمعہ سند درج ہے۔ اس کی سند

لاحظہ کر لینے سے اس کا مقام صحت وسقم اور درجۂ رد و قبول خود بخود سامنے آجائے گا کسی گہرے غور و فکر کی ضرورت نہ ہوگی۔ صاحب عبقات لکھتے ہیں کہ:

نیز ابن المغازلی، در کتاب المناقب علی مانقل عنہ العلامۃ ابن بطریق طاب ثراہ فی کتابہ الموسوم بالعمدۃ گفتہ۔

اخبرنا ابو یعلیٰ علی بن ابی عبد اللہ بن العلاف البزاز اذنًا قال اخبرنی عبد السلام بن عبد الملک بن حبیب البزاز قال اخبرنی عبد اللہ محمد بن عثمان قال حدثنی محمد بن بکر بن عبد الرزاق حدثنی ابو حاتم مغیرۃ بن محمد بن المھلبی قال حدثنی مسلم بن ابراھیم قال نوح بن قیس الجذامی حدثنی ولید بن صالح عن امرأۃ زید بن ارقمؓ قالت قال اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ فی حجۃ الوداع حتیٰ نزل بغدیر الجحفۃ بین مکۃ والمدینۃ فامر بدوحات (روایت بڑی طویل چلی گئی ہے) قال توشکون ان تردوا علی الحوض واسئلکم حین تلقونی عن ثقلانی کیف خلفتمونی فیھما فاعتل علینا ماندری ما الثقلان حتی قام رجل من المھاجرین فقال بابی انت وامی یانبی اللہ ما الثقلان قال الاکبر منھما کتاب اللہ سبب طرفہ بید اللہ تعالیٰ وطرف بایدیکم فتمسکوا بہ ولا تولوا ولا تضلوا والاصغر منھما عترتی الخ

اس طویل روایت کے اسناد میں صرف ایک شخص نوح بن قیس کے متعلق ہی تحقیق کر لی جائے تو یہی کافی ہے حافظ ابن حجر نے تقریب و تہذیب میں اور ذہبی نے میزان میں جو اس کے بارے میں تصریح کر دی ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

"۔۔۔۔ رمی بالتشیع ۔۔۔ بلغنی عن یحییٰ انہٗ ضعفہ وقال مرۃ یتشیع ۔۔۔ قال ابو داؤد کان یتشیع ۔۔۔ یحییٰ ضعفہ ۔۔۔"

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ یہ شخص نوح بن قیس حزامی شیعہ مذہب کی طرف منسوب ہے یحیٰی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسری بار شیعہ بھی کہا ہے۔ ابوداؤد بھی اس کو شیعہ کہتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ص۵۲۷ طبع نول کشور)

(تہذیب التہذیب ص۴۸۵-۴۸۶ جلد دوم)

(میزان الاعتدال ذہبی ص۵۴۲ جلد دوم)

روایت ثقلین حمیدی (ابو عبداللہ محمد بن فتوح بن عبداللہ

بن حمید الازدی الاندلسی القرطبی المتوفی ۴۸۸ھ)

صاحب "عبقات الانوار" نے حمیدی موصوف سے روایت ثقلین ذکر کی ہے اور علامہ حمیدی محدث کی توصیف و توثیق میں پورے دس عدد صفحات عبقات کے پر کر دیئے ہیں۔ جواباً گذارش ہے کہ

۱- الجمع بین الصحیحین میں حمیدی نے یہ روایت نقل کی ہے اس کتاب میں بخاری شریف اور مسلم شریف کے صرف متون کو جمع کیا گیا ہے اور ان کے اسناد کو ترک کر دیا گیا ہے صرف صحابی کا نام باقی رکھا گیا ہے اس صورت میں مسلم شریف کی روایت جو زید بن ارقم صحابی سے مروی ہے وہی من و عن روایت "جمع الصحیحین حمیدی" میں آگئی ہے۔ یہ کوئی جدید روایت جدید سند کے ساتھ حمیدی نے پیش نہیں کی یہ صحیح مسلم کی ہی گذشتہ روایت ہے۔

۲- دوسری گذارش یہ ہے کہ حمیدی کی توثیق و توصیف میں اتنا زور لگایا گیا ہے، اور پورے دس عدد صفحات کلاں پر کر ڈالے ہیں حالانکہ ہمارے ہاں تو یہ فاضل پہلے سے مسلم و معتمد محدث ہیں۔ اہل سنت کی جانب سے کسی صاحب کی طرف سے ان پر کوئی جرح و قدح نہیں وارد کی گئی اور

نہ ہی ان پر عدم اعتماد کا شبہ کیا گیا ہے ۔ یہ تمام کاروائی آپ کی تکثیر حوالہ جات کی خاطر معلوم ہوتی ہے ۔ اسی طرح بلاضرورت بحثوں کو طول دے کر کتاب طویل کی گئی ہے اور اپنے ہواخواہوں سے مفت داد حاصل کی گئی ہے۔

۳ - تیسری گزارش یہ ہے کہ اس کا مجمل و مفہوم مسلم شریف کی روایت کے تحت جو بیان کیا گیا ہے وہی درست ہے ۔ الگ جواب کی حاجت ہی نہیں ۔

روایت ابی المظفر منصور بن محمد السمعانی (۴۸۹ھ)

صاحب عبقات لکھتے ہیں کہ حدیث ثقلین را در رسالہ "قوامیۃ" کہ معروف بفضائل الصحابہ" است علی ما نقل عنہ آوردہ ۔

عن طلحہ بن مصرف عن عطیۃ عن ابی الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔ (عبقات الانوار جلد اول ص۳۲۰)

سمعانی کی تمام سند تو صاحب عبقات نے نقل نہیں کی جتنی قدر انہوں نے سند مذکور نقل کی ہے عدم قبول روایت کے لئے یہی کافی ہے ۔ یہ عطیہ عوفی اپنے شیخ محمد بن سائب کلبی سے روایت کرتا ہے ۔ الخدری کا لفظ تلبیس کے لئے اضافہ کر دیتا ہے ۔ اس استاد شاگرد دونوں کی پوزیشن کو طبقات ابن سعد، مسند احمد، مسند ابی یعلی کی روایات کے تحت مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے بار بار اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں وہاں تفاصیل ملاحظہ کی جائیں ۔

روایت کتاب الفردوس للدیلمی

(ابو شجاع شیرویه بن شهردار بن شیرویه الدیلمی الهمدانی المتوفی ۵۰۹ھ)

صاحب عبقات جلد اول ص ۲۵۰ پر رقم طراز ہے کہ:

در کتاب فردوس الاخبار دیلمی حدیث ثقلین از زید بن ارقم آوردہ۔

انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللّٰه فیکم منه حبل من اتبعه کان علی الهدیٰ ومن ترك کان علی الضلالة و اهل بیتی اذکرکم اللّٰه فی اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض یعنی لاخذ بهما ثقیل۔ (عبقات جلد اص ۲۵۰)

گزارش ہے کہ کتاب "فردوس الاخبار" سے سند روایت نہیں لائی گئی۔ تاکہ پتہ چل سکتا کہ صحیح سند کے ساتھ یہ مروی ہے یا سند صحیح نہیں۔ دوسری عرض یہ ہے کہ صاحب فردوس الاخبار پر علماء کی جرح بھی موجود ہے بغیر جستجو اور تفتیش کے اس کی روایت قابل قبول نہیں ہونی چاہیے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ "بستان المحدثین" میں اس دیلمی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اما در اتقان معرفت وعلم او قصورے ست در سقیم وصحیح احادیث تمیز نمی کند ولہذا در کتاب او موضوعات وواہیات تودہ تودہ مندرج شدہ"

(بستان المحدثین تذکرہ دیلمی ص ۶۲)

یعنی دیلمی کے علم میں قصور ہے۔ ردی اور صحیح حدیث میں فرق نہیں کرتا اس وجہ سے اس کی کتاب فردوس الاخبار میں موضوع، جعلی اور بے اصل روایات کے ڈھیر (انبار) مندرج ہوگئے ہیں"۔

بنا بریں بغیر تحقیق سند اس کی روایت کیسے قبول ہوسکتی ہے؟

نیز واضح ہو کہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ ص ۱۷ ج ۳ میں فردوس الاخبار

دیلمی کو ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے۔

ان کتاب الفردوس فیه من الاحادیث الموضوعات ماشاء الله ومصنفه شیرویه بن شهریار الدیلمی وان کان من طلبة الحدیث ورواته فان هذا الاحادیث التی جمعها وحذف اسانیدها نقلها من غیر اعتبار بصحیحها وضعیفها وموضوعها فلهذا کان فیه من الموضوعات احادیث کثیرة جداً"

(منہاج السنۃ ص۱۷ جلد سوم)

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب الفردوس میں احادیث جعلی و بناوٹی ہیں۔ اس کا مصنف شیرویہ بن شہریار دیلمی اگرچہ طلبہ حدیث اور رواۃ میں سے ہے لیکن جو احادیث اس نے جمع کی ہیں اور ان کے اسانید حذف کر ڈالے ہیں ان کے صحیح ہونے اور ضعیف ہونے اور جعلی ہونے کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اسی وجہ سے اس کتاب مذکور میں بے شمار جعلی حدیثیں آ گئی ہیں۔ (منہاج السنۃ صفحہ ۷ جلد ۳)

اسناد ثقلین از تفسیر معالم التنزیل بغوی

(الحسین بن مسعود ابو محمد الفراء محی السنۃ بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ)

اخبرنا ابو سعید احمد بن محمد بن العباس الحمیدی اخبرنا ابو عبید الله محمد بن عبد الله الحافظ انا ابو الفضل الحسن بن یعقوب بن یوسف العدل اخبرنا ابو احمد محمد بن عبد الوهاب العبدی انا ابو جعفر بن عوف (صحیح جعفر بن عون ہے) اخبرنا ابو حیان یحییٰ بن سعید بن حیان عن یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقمؓ قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه و سلم ذات یوم خطیباً فحمد الله و اثنیٰ علیه ثم قال ایها

الناس انما انا بشر یوشك ان یأتینی رسول ربی فاجیبهٔ وانا تارك فیکم الثقلین اولهما کتاب اللّٰه فیه الهدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللّٰه فاستمسکوا به فحثّ علی کتاب اللّٰه ورغب فیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم اللّٰه فی اهل بیتی اذکرکم اللّٰه فی اهل بیتی۔ (تفسیر معالم التنزیل بغوی بھامش الخازن پارہ چہارم رکوع اول کی آخری آیتہ وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم آیات اللّٰہ وفیکم رسولہٗ۔ صفحہ ۳۲۷ جلد اول مصری طبع

۱۔ اس روایت میں پہلے نمبر پر یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس اسناد کے پہلے تینوں رواۃ یعنی ابو سعید۔ ابو عبید اللہ اور ابو الفضل مجہول الحال ہیں۔ ان کی بڑی تلاش کی گئی ہے کہ کہیں کتب متداولہ سے ان کا پورا پتہ چل سکے مگر کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ تقریب تہذیب، میزان ذہبی لسان تذہیب الکمال خزرجی۔ تاریخ بغداد۔ تاریخ اصفہانی لابی نعیم تاریخ ابن خلکان تاریخ جرجان للسہمی الجرح والتعدیل لابن حاتم رازی وغیرہ کتب سے کافی جستجو کے باوجود یہ حضرات نہیں مل سکے۔ اور تاریخ صغیر امام بخاری تاریخ کبیر بخاری کتاب الکنی دولابی سے بھی تلاش کی جا چکی ہے بالکل مفقود الخبر ہیں۔

۲۔ دوسری یہ گزارش ہے کہ اگر اس روایت کو باوجود ان مجاہیل رواۃ کے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس روایت کی تمام عبارت متن روایت دارمی اور روایت مسلم شریف کے ساتھ متفق اور موافق ہے لہٰذا دارمی و مسلم کی روایت کے تحت جو کچھ تشریح اور توجیہ بیان کی گئی ہے یہاں بھی وہی معتبر و معتمد ہے پس وہاں رجوع کر کے ملاحظہ فرماویں۔

۳۔ تیسری اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ صاحب عبقات نے محی السنتہ فراء بغوی کی جانب اس ایک روایت کو چہار دفعہ الگ الگ

منسوب کر کے دکھلایا ہے حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف امر ہے کثرۃ حوالہ جات کا رعب قائم کرنے کے لئے ان کو اس قسم کی ناانصافیوں کی ضرورت ہے وہ کر گذرتے ہیں اور ذرہ برابر نہیں چوکتے۔ حقیقتہ الامر اس طرح ہے کہ فراء بغویؒ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل پارہ چہارم رکوع اول کے آخر میں آیت وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم آیات اللہ وفیکم رسولہٗ الخ کے تحت یہ روایت ثقلین باسند خود ذکر کی ہے۔ جیسا کہ اوپر اس روایت کو ہم نے درج کیا ہے۔ ساتھ ہی سند جس درجہ کی ہے (اس میں مجاہیل ہیں) وہ عرض کیا گیا ہے بغوی موصوف نے ایک تو آیت مودۃ (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ) (پارہ ۲۵) کے تحت آیۃ ہذا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس روایت کو مختصراً بطور حوالہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رویناعن یزید بن حیان عن زید بن ارقمؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی تارک فیکم الثقلین الخ اور مقصد اس جگہ مفہوم قربیٰ کی وضاحت ہے اور بس۔ دوسرا بغوی موصوف نے آیۃ سنفرغ لکم ایھا الثقلان کے تحت ثقل کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس روایت کو اس عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ قال اھل المعانی کل شیء لہٗ قدر ووزن ینافس فیہ فھو ثقل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی فجعلھا ثقلین اعظاماً لقدرھما۔ یہاں بھی مفہوم ثقل کی وضاحت کے لئے روایت معروفہ کو بطور تائید پیش کیا ہے کسی الگ سند واسناد کے ساتھ انہوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح محی السنۃ بغویؒ نے حدیث کی کتاب مصابیح السنۃ مرتب کی ہے اس میں مشہور محدثین کی تصنیفات کا خلاصہ مدون کیا ہے۔ سندات ان

محدثین کی حذف کر دی ہیں صرف ان کے متون جمع کر دیئے ہیں مصابیح السنتہ میں کچھ روایات مزید ملا کر اور مخارج حدیث بیان کر کے مشکوٰۃ شریف تیار کی گئی ہے اہل علم حضرات دونوں کتابوں کو خوب جانتے ہیں۔
اس مصابیح السنتہ میں فاضل بغوی نے مناقب اہل بیت کے باب میں یہ روایت ایک دفعہ زید بن ارقم صحابی رضؓ سے مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کی ہے دوسری دفعہ جابر رضؓ صحابی سے ترمذی شریف کے حوالہ سے نقل کی ہے اب مصابیح میں یہ دونوں روایتیں مسلم و ترمذی کی منقول ہیں نہ کہ بغوی کی اپنی مستقل اسانید کے ساتھ مروی ہیں۔ فلہٰذا بغوی کی جانب اس روایت کو چار اسانید کے ساتھ منسوب کرنا فضول امر ہے بلکہ غلط نسبت ہے جو واقع کے خلاف ہے۔ اس تصنیف کو ایسے بے فائدہ امور کے ترتیب سے مزین کیا گیا ہے جو اہلِ علم کی دیانت داری کے مناسب نہیں ہے اور ترمذی کی روایت پر بحث اپنی جگہ مکمل ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔ از روئے قواعد ترمذی کی روایت قابل تسلیم نہیں ہے اور مسلم کی روایت سنداً نہایت صحیح ہے مگر اس کا مفہوم اور محل اپنی جگہ درج کیا گیا ہے وہاں رجوع کر لیا جائے۔ اُس مقام میں روایت ہٰذا کی مکمل تشریح قابلِ دید ہے۔

روایت العبدری

۵۲۵ھ

(ابو الحسین رزین بن معاویۃ العبدری السرقطی اندلسی مالکی متوفی)

عبقات جلد اول صفحہ ۲۵۲ میں لکھا ہے کہ در کتاب "جمع بین الصحاح الستۃ"

عن زید بن ارقم رضؓ آوردہ

ناظرین پر واضح ہو کہ فاضل العبدری مذکور نے ہماری حدیث کی چھ کتابوں (بخاری مسلم موطا ترمذی ابو داؤد نسائی) جن کو صحاح ستہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یکجا فرمایا

ہے اس کا نام ہے "جمع بین الصحاح الستہ" اور صحاح ستہ مذکورہ ہیں چوں کہ مسلم اور ترمذی میں یہ روایت ثقلین موجود ہے اس وجہ سے "جمع بین الصحاح الستہ" میں بھی یہ روایت منقولاً لازمی طور پر مندرج ہوگی۔ فاضل عبدری نے اس روایت کو کسی مستقل اسناد کے ساتھ روایت نہیں کیا ہے بلکہ وہی مسلم یا ترمذی کی روایت نقل کر دی ہے بنا بریں عبدری کی روایت کے لیے کسی الگ جواب کی حاجت نہیں ہے۔ مسلم اور ترمذی کی روایات کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہی کافی ہے وہاں رجوع کر کے ملاحظہ فرمالیا جائے۔

روایت ثقلین از قاضی عیاض

(ابو الفضل عیاض بن موسیٰ المالکی متوفی ۵۴۴ھ)

عبقات ص ۲۵۵ جلد اول پر قاضی عیاض کی کتاب "الشفاء فی حقوق المصطفیٰ" کے حوالہ سے روایت مذکور درج ہے۔ ناظرین کرام پر واضح ہو کہ قاضی عیاض اہل السنت میں بڑے پایہ کے عالم دین ہیں۔ ہمارے مسلم ثقہ آدمی ہیں صاحب عبقات نے پورے چودہ صفحات کلاں اپنی کتاب کے ان کی تعریف و توثیق جمع کرنے میں پُر کر ڈالے ہیں اس بیکار تطویل کا آخر کیا حاصل ہے؟ ہمارے ہاں جب کہ ان پر جرح نہیں ہے مسلم عالم دین ہیں تو ان کی تعریف میں اتنے زور لگانے کی کیا ضرورت درپیش ہے؟

اہل علم پر واضح ہے کہ "الشفاء" مذکور میں حدیثوں کی تخریج نہیں ہے نہ مصنف سند لایا کرتے ہیں نہ ہی روایت کا مأخذ درج کرتے ہیں۔ صاحب عبقات نے تو اس روایت کو لفظاً و معنیً متواتر ثابت کرنا ہے ان کو شفاء کا حوالہ پیش کرنا بے سود ہے جس میں سند نہیں ہے اور نہ ہی کسی محدث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ صاحب شفا تو خود ناقل حدیث ہیں۔ صاحب تخریج نہیں۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ سند صحیح کے ساتھ اس روایت کو کسی باسند محدث سے نقل کیا جائے۔ نقل در نقل کرنے والے علماء کی روایات پیش کرنا بے سود

ہیں اور بحث کے قواعد کے پیش نظر ناقلین علماء کے جواب کی حاجت ہی نہیں ہے۔

روایت ابی محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی

عبقات الانوار جلد اول ص ۲۶۸، ۲۶۹ پر ذکر کیا ہے کہ حدیث ثقلین را در کتاب
"زین الفتی فی تفسیر ہل اتی" درسیاق طرق حدیث سفینہ گفتہ۔ اخبرنی الشیخ
الامام رحمہ اللہ تعالیٰ قال اخبرنا الشیخ ابو اسحٰق ابراھیم بن جعفر
الشورمینی قال اخبرنا ابوالحسن علی بن یونس بن الهیاج الانصاری
قال حدثنا الحسین بن عبد اللہ وعمران بن عبد اللہ وعیسٰی بن علی
وعبد الرحمٰن النسائی قالوا حدثنا عبد الرحمٰن بن صالح قال حدثنا
علی بن عابس عن ابی اسحٰق عن حنش قال رایت اباذر متعلقا
بباب الکعبۃ ویقول من یعرفنی فلیعرفنی ومن لم یعرفنی
فانا ابوذر قال حنش فحدثنی بعض اصحابی انہ
سمعہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی
تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانھما
لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض الخ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ مذکورہ روایت کی سند کو کتب رجال سے دیکھا گیا ہے تفتیش اور جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ اس سند میں عبد الرحمٰن بن صالح اور اس کا شیخ علی بن عابس دونوں ایسے بزرگ ہیں جن کی وجہ سے اس روایت کو صحیح نہیں کہا جا سکتا خصوصاً عبد الرحمٰن بن صالح تو خالص شیعہ ہے اب اگرچہ اس کی توثیق بھی ہماری کتب میں پائی گئی تاہم اس کے تشیع کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی مرویات پر مختلف فیہ مسائل میں اعتماد نہ ہوگا۔ ذیل میں تقریب و تہذیب و تاریخ بغداد میزان ذہبی کے مندرجات اجمالاً درج کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کی تسلی ہو جائے۔

(۱) عبد الرحمٰن بن صالح الازدی العتکی صدوق یتشیع (تقریب ص۲۱۱)

... قال یعقوب بن یوسف المطوعی کان عبد الرحمٰن بن صالح رافضیًا... کان یحدث بمثالب ازواج رسول الله صلی الله علیہ وسلم واصحابہ وقال فی موضع آخر خرقت عامة ما سمعت منہ .... عن ابی داؤد لو اران اکتب عنہ وضع کتاب مثالب فی اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال وذکرہ مرۃ اخریٰ فقال کان رجل سوء ... انہ محترق فیما کان فیہ من التشیع۔

ان چہار حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ عبد الرحمٰن بن صالح شیعہ اور رافضی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات اور صحابۂ رسول کے عیوب ونقائص بیان کرتا تھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں اس شخص سے روایت لکھنی جائز نہیں سمجھتا۔ اس نے صحابہ کرام کے معائب وعیوب ومطاعن میں کتاب مدون کی ہوئی تھی۔ پھر کہا کہ یہ ایک برا آدمی تھا... اور یہ جلنے والا شیعہ تھا یعنی صحابہ کے نام سے جلتا تھا۔

(۱) تہذیب التہذیب ص۱۹۸ ج۶۔

(۲) تاریخ بغداد جلد دہم ص۲۶۲ تا ۲۶۳۔

(۳) میزان الاعتدال ذہبی ص۱۰۸ ج۲۔

اس کے بعد مزید کسی جواب کی حاجت نہیں ہے عدم قبول روایت کے لیے یہی کافی وافی ہے۔

تنبیہ اول: العاصمی مذکور کی ایک اور روایت بھی صاحبِ عبقات نے نقل کی ہے مگر اس کا اسناد بھی غیر معتبر ہے اس میں ایسے لوگ جلوہ افروز ہیں جن کا کچھ پتہ رجال کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ مثلاً اس سند میں ایک شخص ابوالفضل بن فضلویہ نامی ہے۔ یہ بزرگ بالکل مفقود الخبر ہیں کہ ان کا کچھ پتہ رجال کی کتابوں میں ملتا۔ فلہٰذا ایسے مجہول الحال و مجہول الصفات لوگوں کی روایت پر کیسے اعتماد کر لیا جائے۔

دوم: شیعہ رجال کی کتب (روضات الجنات جامع الرواۃ وغیرہما) کی جستجو کرنے سے یہ بات مزید دریافت ہوئی ہے کہ احمد بن محمد العاصمی، مشہور عالم محمد بن یعقوب کلینی کے اساتذہ ومشائخ میں داخل ہے یعنی کلینی کا استاذ فی الروایات ہے دوسری یہ چیز واضح ہوئی ہے کہ امام زمان (غائب) کے وکلاء میں العاصمی کا شمار کیا گیا ہے۔ امام غائب کے وکلاً میں شمار ہونا۔ تو اخص الخواص لوگوں کے لیے نصیب ہوا ہے یہ ہماری معروضات کتاب الروضات الجنات جامع الرواۃ وتحفۃ الاحباب وغیرہ میں موجود ہیں اہل علم رجوع فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔

اس چیز کے علاوہ بھی اس سند میں شیعہ رواۃ مل گئے ہیں جیسا کہ درج کر دیا گیا ہے۔ اگر سند صحیح بھی ہوتی تو بھی صاحب سند العاصمی ایسے بزرگ ہیں کہ یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔

اسناد اخطب خوارزم

(متوفی سنہ ۵٦٨-۵٧١ھ)

٦٣٤

صاحب عبقات لکھتے ہیں:

ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم در کتاب المناقب اخرج نمودہ بایں اسناد اخبرنی الشیخ الزاھد ابو الحسن علی بن محمد العاصمی الخوارزمی قال اخبرنا الشیخ اسماعیل بن احمد الواعظ قال اخبرنا ابو بکر احمد بن حسین البیہقی قال اخبرنا ابو عبد اللہ قال ثنا ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ ببخارا قال ثنا صالح بن محمد الحافظ البغدادی قال ثنا خلف بن سالم المخرمی قال ثنا یحیٰی بن حماد ثنا ابو عوانۃ عن سلیمان الاعمش قال ثنا حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل

عن زید بن ارقمؓ قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم امر بدوحات فقممن فقال کانی قد دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاٰخر کتاب اللہ وعترتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما فانھما لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض ثم قال ان اللہ عزوجل مولای وانا مولی کل مؤمن ثم اخذ بید علیؓ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فھذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔" (عبقات الانوار ص۲۶۹ جلد اوّل)

یہاں چند گذارشات ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱)

اخطب خوارزم کے متعلق بعض علماء اہلسنت نے سخت تنقید کی ہے چنانچہ ہم نے بیہقی کے اسناد کے تحت وہ تنقیدی فقرات بلفظہٖ درج کر دیئے ہیں حافظ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تحفہ اثناعشریہ میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ زیدی شیعہ خیال کے آدمی ہیں ان کی تحقیقات اور مرویات برائے اہل سنتہ قابل اعتماد نہیں۔

(۲)

صاحب عبقات (میر حامد حسین لکھنوی شیعی) نے جو اس تصنیف میں ناانصافیاں کی ہیں اس موقعہ پر بھی اس کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ روایت مندرجہ بالا اسناداً و متناً وہی روایت ہے جو حاکم صاحب مستدرک کے دوسرے اسناد میں مندرج ہے۔ چونکہ صاحب عبقات سن وار علی الترتیب محدثین سے اس روایت ثقلین کو پیش کر رہے ہیں بنابریں اس کو پہلے تو صاحب مستدرک حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ کی روایت تجویز کر کے ۴۰۵ھ میں درج کی ہے اس کے بعد حاکم کے شاگرد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ بھی چونکہ اسی روایت کے راوی ہیں پھر ان کے ۴۵۸ھ میں بیہقی کے اسناد کے نام

سے اسی روایت کو الگ درج کر کے دکھایا ہے پھر جب اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ ۶۳۴ھ) کا موقعہ آیا ہے تو وہاں پھر اسی روایت کو درج کر کے اخطب خوارزم کے اسناد کے ساتھ مستقل روایت کو ذکر کیا ہے گویا اس روایت کو جتنے مصنفین اپنے اپنے طرق کے ذریعہ اپنی تالیفات میں مدون کرتے چلے آئیں یہ ان کے زعم میں مستقل روایات بمع اسانید ہیں۔ حالانکہ صاف بات ہے یہ ایک روایت ایک اسناد کے ساتھ مروی ہے اس کو متعدد بنانا اور بار بار درج کر کے دکھلانا اصولاً دیانت داری کے بالکل برخلاف ہے۔ یہ خانہ پوری ہے اور کثرت حوالہ کے طریقہ سے اپنی تصنیف کا حجم ضخیم کرنا ہے اور بس!

(۳)

ہم صاحب عبقات کی طرح ایک ہی بات کو بار بار دہرا کر بے فائدہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے مختصر یہ ہے کہ اس اسناد مندرجہ پر پہلے حاکم نیشا پوری کے اسانید میں جرح قدح ہو چکی ہے۔ اس میں خلف بن سالم المخرمی سخت مجروح ہے شیعہ ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ پورے حوالہ جات اسماء رجال کی کتب سے ہم پہلے درج کر چکے ہیں تسلی کرنی ہو تو مستدرک حاکم کے دوم اسناد کے تحت ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔

اگر بالفرض

روایت ہٰذا صحیح ہے تو اس کا مقصد وہی ہے جو متعدد دفعہ عرض کیا جا چکا ہے کہ عترت کے حق میں امت کو وصیت فرمائی گئی ہے۔ کہ ان کے احترام و اکرام و حقوق کا خیال رکھا جائے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق بعض شبہات بیجا پیدا ہوئے تھے ان کا ازالہ فرمایا دیگر ان کے ساتھ دوستی و موالاۃ و معاداۃ کا مقابلتہً ذکر کیا جانا لفظ مولیٰ کے مفہوم کو بھی متعین کر رہا ہے مزید کسی خارجی قرائن و شواہد کی حاجت ہی نہیں ہے۔ اگر اس مقام میں مولیٰ اور ولی کا کوئی دوسرا معنی (مثلاً خلیفہ بلا فصل وغیرہ) مراد لیا جائے تو ایک تو یہ جملہ اللھم وال من والاہ الخ ماقبل سے بے جوڑ ہو کر رہ جائے گا۔ دوسرا ایک مادہ

(ولیؒ) کے ایک ہی روایت میں دو معنی متناقضہ قائم ہونے کی وجہ سے معنوی تشتت رونما ہوگا۔ جو بلاغت کلام کے منافی ہے۔

ضروری تنبیہہ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم دین، یا مصنف مشہور کا ہمنام ایک دوسرا شخص بھی اسی نام کے ساتھ معروف ہوتا ہے مثلاً ابن قتیبہ ابن جریر وغیرہ ہما مشاہیر مصنفین ہیں۔ اسی نام سے اور بھی کئی ابن قتیبہ و ابن جریر وغیرہ ہما پائے جاتے ہیں۔ اس تشابہ اسمی یا ہمنامی کی وجہ سے کئی خرابیاں پیش آتی ہیں اور کئی مفاسد چل نکلتے ہیں۔ یہاں بھی ٹھیک اسی طرح "اخطب خوارزم" کا لقب متعدد لوگوں کے حق میں پایا گیا ہے۔ ایک فقہ حنفی کے مشہور جید عالم ہیں وہ بھی اسی نام اور اسی لقب سے (اخطب خوارزم) سے مشہور ہیں یہاں جو اخطب خوارزم ہیں۔ یہ اور ہیں المناقب کے مصنف یہی ہیں یہ بزرگ زیدی شیعہ ہیں اور پختہ حاذق و ماہر شیعہ ہیں۔ اسی بزرگ کے متعلق ابن تیمیہ نے (منہاج السنۃ جلد سوم ص ۱۰ تحت الفصل العاشر میں) خوب جرح کی ہے لکھا ہے کہ اس کی روایات جعلی اور جھوٹی ہیں یہ علماء حدیث میں سے نہیں ہے اس کی طرف اس باب میں رجوع نہ کیا جائے وغیرہ۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی تحفہ اثنا عشریہ (بحث احادیث امامتہ و خلافت تحت حدیث ہفتم) میں اس شخص کی روایات کا خوب رد کیا ہے۔ مزید فرمایا ہے کہ یہ بزرگ تو زیدی شیعہ ہے۔ بس اب معاملہ بالکل صاف ہوگیا کہ اس کی مرویات ہم پر حجت نہیں ہیں اور نہ قابل تسلیم ہیں۔ بہرکیف ہمنامی کی مشابہت کی وجہ سے یہ سب خرابیاں پیش آگئی ہیں اور مخالف دوست اسی نام اور تشابہ اسمی کے تحت آڑ لے کر اس کی مرویات پیش کرتے ہیں۔ اب اس دفعہ شبہ کے بعد مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ علماء کرام خبردار رہیں۔ اس اخطب خوارزم کی تمام روایات جس

کتاب سے بھی منقول ہوں گی ہمارے لیے قابل قبول نہ ہوں گی۔

اسناد از تاریخ ابن عساکر

(ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ)

.... عن معروف بن خربوذ عن ابی الطفیل عن حذیفة بن اسید لما قفل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من حجة الوداع نهی اصحابه عن شجرات بالبطحاء متقاربات ان ینزلوا حولهن ثم بعث الیهن فصلی تحتهن ثم قام فقال ایها الناس قد نبأنی اللطیف الخبیر..... وانی سائلکم حین تردون علیّ عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیهما الثقل الاکبر کتاب اللہ سبب طرفه بید اللہ وطرف بایدیکم فاستمسکوا به لا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی اهل بیتی فانه قد نبأنی اللطیف الخبیر انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"۔ قال ابن کثیر رواه ابن عساکر بطوله عن طریق معروف کما ذکرنا۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص ۳۴۹ جلد ہفتم)

(۱)

واضح رہے کہ اسناد ہذا ہم نے "البدایۃ والنہایۃ" لابن کثیر سے نقل کیا ہے ابن عساکر کی اصل کتاب ہمیں نہیں مل سکی ورنہ پورے اسناد پر کلام کرنے کا قصد تھا خیر جو کچھ اسناد میسر ہے روایت کا درجۂ اعتماد معلوم کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ روایت معروف بن خربوذ مکی نے ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے نقل کی ہے اور ابو الطفیل

نے حضرت حذیفہ سے روایت کی ہے ۔ معروف مذکور کی مکمل پوزیشن اور کامل تعارف تو ہم کتاب نوادر الاصول حکیم ترمذی والے اسناد کے تحت تفصیلاً درج کر چکے ہیں ۔ چند ورق الٹا کر دوبارہ ملاحظہ فرمالیا جائے ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ معروف بزرگ ضعیف عند المحدثین ہونے کے ساتھ شیعہ بزرگ ہے اور اخباری شیعہ ہے اور ان کے "اصول اربعہ" کا مشہور راوی ہے ۔ ان کی کتب رجال میں سے رجال تفرشی، رجال مامقانی، جامع الرواۃ کا ملاحظہ ہماری معروضات کی تائید کے لیے کافی ہے ۔ فلہذا جو شخص عند الفریقین مسلم شیعہ ہو اس کی روایت اس کی مسلک کی تائید میں قبول نہیں کی جاسکتی ۔ اس وجہ سے یہ روایت ناقابل قبول ہوگی ۔

(۲)

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی مدعیان حب اہلبیت کو مفید نہیں ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ عترت و اہل بیت کے متعلق یہاں ایسے الفاظ نہیں پائے گئے ۔ جن سے وجوب اطاعت اور لزوم تمسک کا مفہوم مستنبط ہو سکے پس جس مقصد اور اثبات دعوے کی خاطر یہ روایت پیش کی جاتی ہے اس کو ثابت نہیں ہو سکی ۔ لہٰذا تقریب تام نہیں ہے ۔

روایت ابو موسیٰ مدینی

(محمد بن عمر بن احمد بن عمر اصفہانی ۵۸۱ھ)

عبقات جلد اول صفحہ ۲۷۶ پر لکھا ہے کہ ابو موسیٰ مدینی نے "تتمہ معرفۃ الصحابۃ" میں بذریعہ ابن عقدہ یہ روایت ثقلین نقل کی ہے وقال انہ غریب جدا

۱ ۔ حضرات کتاب تتمہ "معرفۃ الصحابۃ" لابی موسےٰ مدینی ہم کو میسر نہیں البتہ ہم کو عبقات کے ذریعہ یہ واضح ہو گیا کہ ابو موسےٰ مدینی اس روایت کے نقل کرنے میں "ابن عقدہ" کے مرہونِ منت ہیں جو خالص شیعی بزرگ ہے ۔ ابن

عقدہ کی پوزیشن اس سے قبل ہم ۳۳۲ھ میں اس کی ہشت گانہ اسانید کے تحت مفصل لکھ چکے ہیں۔ سن کی ترتیب کے لحاظ سے (۳۳۲) کے مواقع دوبارہ ملاحظہ فرما لیے جائیں۔ اس کے تشیع کی تسلی ہو جائے گی۔ یہ بزرگ بین الفریقین مسلم شیعہ ہے اور بڑا خطرناک قسم کا ہے۔

۲ - دوسری یہ عرض ہے کہ اس روایت کو خود ابو موسیٰ مدینی اپنی تحقیق کے اعتبار سے غریب جدا سے تعبیر کر رہے ہیں یعنی اس روایت کے رواۃ میں تفرد پایا گیا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اس کا لفظاً و معنًی متواتر ہونا تو درکنار رہا۔ یہ روایت تو غریب ہے۔ صاحب عبقات کی دلیری تو قابل داد ہے جو لوگ اس روایت کے غریب ہونے کے قائل ہیں اور اس کو نہایت درجہ کی غریب کہتے ہیں۔ ان کو بھی تواتر ثابت کرنے کے لیے اپنے ساتھ ملا کر کثرت حوالہ جات پیدا کئے جا رہے ہیں۔

تنبیہ: (۱) امام ترمذی نے صفحہ ۲۲۰ جلد ۲ پر روایت ثقلین کو غریب کہا ہے۔

۲ - اور امام بخاری نے امام احمد کے حوالہ سے تاریخ صغیر امام بخاری صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ:

قال احمد فی حدیث عبد الملك عن عطیة عن ابی سعید قال النبی صلی الله علیه وسلم ترکت فیکم الثقلین احادیث الکوفیین ھذا مناکیر"

یعنی یہ کوفیوں کی منکر روایات ہیں جو ثقہ لوگوں کے خلاف مروی ہیں۔

۳ - حافظ ابن کثیر نے البدایۃ صفحہ ۲۰۹ جلد ۵ میں سنن کبریٰ امام نسائی کے حوالہ سے روایت ثقلین نقل کر کے لکھا ہے کہ تفرد بہ النسائی من ھذا الوجہ یعنی روایت ہذا کو اس طریقہ سے ذکر کرنے میں فاضل نسائی متفرد ہیں اور کوئی دوسرا محدث اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

۴ - مولانا بحر العلوم (عبد العلی) لکھنوی نے شرح مسلم الثبوت میں روایت ثقلین

کی تشریحات کرتے ہوئے صراحتہ کر دی ہے کہ:

وردھذا الحدیث من راوٍ واحدٍ بالفاظ شتّٰی ولایدری الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماھی؟ ثم انہ خبر الواحد لا یستطیع معارضۃ القاطع الخ

(شرح مسلم الثبوت کامل کلاں تختی طبع نولکشور لکھنو صفحہ ۵۰۹ بحث الاصل الثالث الاجماع)

یعنی یہ روایت ثقلین ایک راوی سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح الفاظ کیا ہیں پھر یہ خبر واحد ہے۔ جو قطعی ویقینی کے معارضہ ومقابلہ کی طاقت نہیں رکھتی۔" فافہم

اکابر علماء کی ان تصریحات کے بعد ہمارے دوستوں کے دعوئے تواتر کی طرف توجہ کیجیے۔ کہاں تک درست ہے (رشتان بینھما) تواتر تو ایک طرف رہا یہاں تو شہرت بھی ندارد ہے صرف خبر واحد اور عزیب جدا ہے۔ یعنی انتہائی عزیب ہے اور ساتھ ساتھ ہی متعدد علماء نے اس خبر کو ضعیف اور غیر صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے ترمذی کے اسناد کی بحث کے آخر میں ابن تیمیہ کے حوالے سے پوری عبارت درج کر دی ہے۔ رجوع فرما کر دوبارہ ملاحظہ فرمالی جائے، اور امام بخاری نے منکر روایت قرار دے کر اپنی صحیح بخاری میں درج ہی نہیں فرمایا:

روایت ثقلین اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر الجزری متوفی ۶۳۰ھ

(عز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم الجزری المعروف ابن اثیر جزری)

دروی عنہ ابنہ ایضاً انہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجحفۃ فقال الست اولٰی بکم من انفسکم قالوا بلٰی یارسول اللہ قال انی سائلکم عن اثنین عن القرآن

وعن عترتی قال الترمذی عبد اللہ بن حنطب لم یدرک

النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اسد الغابہ طبع طہران ص۱۴۷ جلد ۳)

پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں دو جگہ اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ اوّل امام حسنؓ کے تذکرہ میں زید بن ارقم سے منقول ہے۔

(صفحہ ۱۲ جلد ۲ اسد الغابہ طبع طہران)

یہ اوّل روایت بالکل بمع اسناد تمام امام ترمذی والی ہے اور ترمذی کی روایت پر پہلے بحث ہو چکی ہے اس کی طرف رجوع کر لینا کافی ہے اس میں متعدد شیعہ بزرگ رواۃ ہیں؛ علی بن المنذر الکوفی عطیۃ العوفی وغیرھما۔

بار دوم اس روایت کو جز ثالث صفحہ ۱۴۷ تذکرہ عبداللہ بن حنطب کے تحت اس کو درج کیا ہے۔ بالفاظہ ۱۳۱ کو بالاعبارت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اب اس کے متعلق چند معروضات پیش کی جاتی ہیں جو اہل علم کے لائق ہیں

(۱)

اوپر مندرجہ الفاظ کی تشریح اس طرح ہے (روی عنہ ابنہ) ابن سے مراد مطلب بن عبداللہ بن حنطب بن الحارث المخزومی ہے لفظ عنہ کی ضمیر عبداللہ بن حنطب کی طرف راجع ہے، اور مطلب کا بیٹا عبدالعزیز اپنے باپ مطلب سے راوی ہے۔

(۲)

محدثین اور اکابر علماء نے اس باپ بیٹے مطلب بن عبداللہ کے متعلق جو کچھ کلام کیا ہے اس کو قبول روایت کے وقت ملحوظ رکھنا مناسب ہے۔ استیعاب لابن عبدالبر صفحہ ۲۸۲ ج ۲ مع اصابہ) میں لکھا ہے کہ حدیثہ مضطرب الاسناد لایثبت) یعنی اس کی حدیث مضطرب الاسناد ثابت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس کے صحابی ہونے کا اقرار کیا ہے لیکن ساتھ یہ درج

ہے۔ کہ امام ترمذی صفحہ ۲۰۸ جلد دوم باب مناقب شیخین میں کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حنطب لم یدرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ نیز یہ اختلاف بھی ذکر کیا ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک اس عبداللہ کے والد حنطب سے اصل روایت مروی ہے۔ وہ حنطب صحابی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ اور حنطب کے درمیان مطلب واقع ہے جو اس عبداللہ کا والد ہے اور حنطب کا بیٹا ہے پس صحبت نبوی "مطلب" کے لیے ہے نہ کہ عبداللہ کے لیے پس ان اختلافات کی بناپر مطلب بن عبداللہ کی روایت میں اضطراب و تشتت موجود ہے۔
(اصابہ معہ استیعاب صفحہ ۲۹۰ جلد ۲ و تہذیب صفحہ ۱۹۲ ج۵)

(۳)

مطلب بن عبداللہ بن حنطب۔

۱۔ المطلب بن عبد اللہ المخزومی صدوق کثیر الارسال والتدلیس"
(تقریب صفحہ ۴۹۷ طبع لکھنؤ)

۲۔ ترمذی میں ہے:

قال (محمد بن اسماعیل البخاری) لا اعرف المطلب بن عبد اللہ سماعًا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا قولہ حدثنی من شھد خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمعت عبد اللہ بن عبد الرحمٰن یقول لا نعرف للمطلب سماعًا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ترمذی صفحہ ۱۱۵ جلد دوم باب ماجاء فی من قرأ حرفًا من القرآن مالہ من الاجر)

۳۔ قال ابن سعد کان کثیر الحدیث ولیس یحتج بحدیثہ لانہ یرسل کثیرًا ولیس لہ لقاء وعامۃ اصحابہ یدلسون۔" (تہذیب صفحہ ۱۷۸ ج ۱۰)

ان ہر سہ حوالہ جات بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہت تدلیس کرتا ہے اور مرسل روایات لاتا ہے۔ صحابہ سے اس کا لقاء وملاقات نہیں ہے۔ کثیر الحدیث ہے لیکن اس

کی حدیث کے ساتھ احتجاج پکڑنا (دلیل بنانا) ٹھیک نہیں ہے۔

۴۔ ..... هو یرسل عن کبار الصحابة کابی موسیٰؓ وعائشة قال ابو حاتم وعامة احادیثه مراسیل... قال ابن سعد کثیرا لحدیث و لیس یحتج بحدیثه۔" (میزان الاعتدال صفحہ ۷۷، اجلد ثالث)

۵۔ ابن اثیر جزری نے اس روایت کی سند مکمل نہیں ذکر کی تھی جو کچھ حصہ سند بیان کیا تھا اس کے متعلقات درج کئے گئے۔ اگر مکمل سند میسر ہو جاتی تو اور بہتر ہوتا۔ صاحب عبقات بھی یہی پسند کرتے ہیں کہ ادھوری سند سے ہی کام چلایا جائے۔

تنبیہ: یہی روایت عبداللہ بن حنطب والی طبرانیؒ کے حوالہ سے سیوطیؒ نے رسالہ احیاء المیت میں درج کی ہے اس کا درجہ اعتماد مندرجہ بالا احوال سے واضح ہے لہٰذا احیاء المیت کے حوالہ کے لئے الگ جواب کی حاجت نہیں ہے۔

روایت ثقلین فی کتاب "المختارة" للضیاء المقدسی

(ضیاء الدین ابی عبداللہ محمد بن عبدالواحد السعد المقدسی)

اخرجه الضیاء "فی المختارة" من طریق سلمة بن کهیل عن ابی الطفیل عن زید بن ارقمؓ (عبقات ص۲۹۵ جلد اول)

طبرانی کبیر کے اسانید میں یہ بحث ابھی گزر چکی ہے۔ کہ سلمہ بن کہیل کس درجہ اور کس نوع کے راوی ہیں۔ لہٰذا قبول روایت ہذا کا مسئلہ خود بخود صاف ہے کسی تفصیل کی حاجت نہیں ہے۔" یعنی سلمہ بن کہیل شیعہ بزرگ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ان کا تشیع واضح طور پر ذکر کر دیا ہے لہٰذا زیر بحث مسئلہ میں ان کی روایت کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

سلمہ بن کہیل کے متعلق معجم طبرانی کبیر کے اسناد سوم کی بحث میں حافظ ابن حجر کا

پورا حوالہ مکمل عبارت کے ساتھ درج ہو چکا ہے۔
تنبیہ: فاضل مقدسی متوفی ۶۴۳ھ سے روایات کے لیے یہ صاحب تخریج نہیں ہے دوسرے محدثین سے ناقل ہے۔ غالب خیال یہی ہے مذکور مندرجہ بالا ٹکڑا اسناد طبرانی کی معجم کبیر سے منقول ہے اس ادھورے اسناد سے بھی عدم قبول روایت کے لیے ثبوت مل گیا۔

اسناد از کتاب تذکرۃ الخواص لسبط ابن جوزی

(متوفی ۶۵۴ھ)

سبط ابن جوزی کے "تذکرۃ الخواص" میں یہ روایت ثقلین دو سندوں کے ساتھ منقول ہے۔ ہر دو اسناد نقل کر کے ان کا متعلقہ کلام پیش خدمت کیا جائے گا۔
لیکن اس سے قبل ناظرین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ "تذکرۃ الخواص" سبط ابن جوزی صاحب کی تالیف ہے۔ ان کی کنیت ابو المظفر ہے۔ نام یوسف بن فرا علی ہے۔ مشہور علامہ ابو الفرج ابن جوزیؒ کے دختر زادہ ہیں اور خالص شیعہ بزرگ ہیں اور ان کی یہ تصنیف بھی شیعہ مسلک کی تائید و تقویت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ اس کا پس منظر معلوم کرنے کے بعد اب ہم ہر دو اسناد بلفظہ درج کرتے ہیں۔

روایت اوّل

قَالَ اَحْمَدُ فِي الْفَضَائِلِ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُغِيْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ لَقِيْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ وَاَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ

بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ اَلَا اِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا
حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ اَلَا فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا"
(تذکرۃ الخواص ص ۳۳۲ الباب الثانی عشر مطبوعہ مطبع علیہ نجف اشرف)

(۱)

واضح ہو کہ سبط مذکور نے اس روایت کو اپنی جانب سے اضافہ کر کے نقل کیا ہے اصل روایت امام احمد کے ساتھ اجمالاً اس قدر مروی ہے کہ:

عن علی بن ربیعۃ قال لقیت زید بن ارقم وھو داخل علی المختار او خارج من عندہ فقلت لہ اسمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارك فیکم الثقلین قال نعم

ہم نے امام احمد کی یہ روایت مسند احمد جلد چہارم مسندات زید بن ارقم میں تلاش کر لی ہے۔ وہاں روایت ہذا اسی قدر ہے یعنی قال نعم تک اس میں ثقلین کی تشریح ندارد ہے۔ تذکرۃ الخواص صفحہ ۳۳۲ میں سبط نے اس کو پھیلا کر از خود درج کیا ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں کی اضافہ کرنے کی عادت شریفہ ہے اور اس مجمل روایت کی تشریح ہم نے اس سے قبل امام احمد کے مسند کی روایات میں بقدر ضرورت درج کر دی ہے رجوع کر لیا جائے۔

(۲)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ شیعیت کا خاص حامی اور بڑا مخلص شیعہ صاحب کتاب "ینابیع المودۃ" ہے اس نے بھی جہاں ثقلین کی روایات جمع کر کے ایک خاص فصل میں پیش کی ہیں۔ وہاں اس روایت مذکورہ مندرجہ بالا کو زیادات مسند احمد سے اسی طرح مجمل نقل کیا ہے۔ وہاں یہ تفصیل جو سبط ابن جوزی نے از خود ملائی ہے درج نہیں ہے۔ گویا ہماری بات کی تائید ایک خاص متشیع عالم سے پائی گئی۔

(۳)

تیسری گذارش یہ ہے کہ اگر ہم روایت ہٰذا کو ٹھیک تسلیم کرلیں پھر بھی ان دعوے داروں کے مقصد کے لیے مفید نہیں ہے۔ اس لیے عترت کے ساتھ تمسک کرنے کا اور وجوب اطاعت کا حکم یہاں مفقود ہے جیسا کہ ہم نے اس مفہوم کو متعدد بار واضح کیا ہے فلہٰذا یہ دلیل اپنے اثبات دعوے کے حق میں مجمل ہے واضح نہیں جو دلیل واضح طور پر اپنے مدعٰی کو ثابت نہ کرسکے تو وہاں تقریب تام نہیں ہوتی۔

روایت دوم

"اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْاَنْمَاطِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُظَفَّرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَتِیْقِیْ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ الدَّخِیْلِ جَعْفَرِ نِ الْعَقِیْلِیْ عَنْ اَحْمَدَ الْحُلْوَانِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دَاهِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ۔"

(تذکرۃ الخواص ص ۳۳۲ الباب الثانی عشر)

اب اس اسناد کی طرف توجہ کیجیے اس میں متعدد لوگ مجروح ہیں اور شیعہ بزرگوں سے یہ اسناد مملو ہے۔ ہم صرف چار دوستوں کا ذکر ذرا تفصیل سے نقل کرنا چاہتے ہیں قارئین باتمکین منصفانہ جائزہ لگا کر قبول روایت یا عدم قبول کا فیصلہ فرما سکیں گے مزید کسی تبصرہ کی احتیاج نہ ہوگی۔

محمد بن المظفر

(۱) "مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ ... قَالَ الْبَاجِیُّ فِیْهِ تَشَیُّعٌ ظَاهِرٌ۔"

(میزان الاعتدال ذہبی صفحہ ۱۳۸ جلد ۳)

(۲) مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ . . . . اِنَّ اَبَا الْوَلِیْدِ الْبَاجِیَّ قَالَ فِیْهِ تَشَیُّعٌ ظَاهِرٌ . . . . (لسان المیزان صفحہ ۳۸۳ ج ۵)

ہر دو عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو الولید الباجی کہتے ہیں کہ محمد بن المظفر میں تشیع ظاہر باہر ہے۔

دوسرا بزرگ عبداللہ بن داہر ہے اس کی تفصیلات بھی لسان المیزان عسقلانی و میزان ذہبی سے لکھی جاتی ہیں۔

عبداللہ بن داہر

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دَاھِرٍ الرَّازِیُّ اَبُوْ سُلَیْمَانَ . . . . . قَالَ اَحْمَدُ وَیَحْیٰی لَیْسَ بِشَیْءٍ قَالَ وَمَا یَکْتُبُ حَدِیْثَہٗ اِنْسَانٌ فِیْہِ خَیْرٌ وَقَالَ الْعُقَیْلِیُّ رَافِضِیٌّ خَبِیْثٌ . . . . قَالَ ابْنُ عَدِیٍّ عَامَّۃُ مَا یَرْوِیْہِ فِیْ فَضَائِلِ عَلِیٍّ وَھُوَ مُتَّھَمٌ فِیْ ذٰلِکَ۔

{ میزان الاعتدال ذہبی صفحہ ۳۵ جلد دوم
لسان المیزان عسقلانی صفحہ ۲۸۲ جلد ۳ }

مطلب یہ ہے کہ امام احمد و یحیٰی بن معین نے کہا ہے کہ یہ شخص کوئی شئی نہیں ہے اور کہا ہے جس انسان میں کچھ بھی خیر ہے وہ اس کی روایت نہیں لکھے گا عقیلی نے کہا ہے کہ کٹر قسم کا رافضی ہے . . . . . ابن عدی کہتے ہیں کہ فضائل علی میں جو روایات یہ شخص لاتا ہے ان میں اس شخص پر وضع کی تہمت ہے۔

عبداللہ بن عبدالقدوس

تیسرا بزرگ عبداللہ بن عبدالقدوس ہے اس کے کوائف ذیل میں درج ہیں:

(۱) عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ الْکُوْفِیُّ رَافِضِیٌّ . . . قَالَ یَحْیٰی

لَیْسَ بِشَیْءٍ رَافِضِیٌّ خَبِیْثٌ... قَالَ الدَّارقُطْنِیُّ ضَعِیْفٌ "

(میزان ذہبی صد ۵۴/۵۵ جلد دوم)

(۲) عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ السَّعْدِیُّ الْکُوْفِیُّ... رُمِیَ بِالرَّفْضِ وَکَانَ اَیْضًا یُخْطِیُٔ " (تقریب التہذیب صد ۲۷۵/۲۷۶)

(۳) عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ التَّمِیْمِیُّ السَّعْدِیُّ الْکُوْفِیُّ اَبُوْ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ لَیْسَ بِشَیْءٍ رَافِضِیٌّ خَبِیْثٌ... قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مِہْرَانَ الْحَمَّالُ لَمْ یَکُنْ بِشَیْءٍ... قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ کَانَ یُرْمٰی بِالرَّفْضِ " (تہذیب التہذیب صد ۳۰۳ جلد ۵)

ہر سہ مندرجات، کا حاصل یہ ہے کہ یحیٰی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالقدوس باب حدیث میں کوئی شئی نہیں ہے۔ سخت قسم کا رافضی ہے۔ اور دار قطنی نے اس کو ضعیف کہا ہے رفض کے منسوب ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث میں خطا کرتا ہے، ابن معین کہتے ہیں کہ یہ رافضی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور ابن مہران نے بھی یہی کہا ہے ابوداؤد نے اس کو ضعیف الحدیث کہا ہے اور رافضی شمار کیا ہے۔

عطیہ عوفی

چوتھا بزرگ عطیہ عوفی ہے اس کی تشریح متعدد بار گزر چکی ہے۔ طبقات ابن سعد کی سند کے تحت اس کو دوبارہ ملاحظہ کر لیا جائے اس نے اپنے شیخ محمد بن السائب کلبی سے اس نوعیت کی روایات پھیلا رکھی ہیں اور نام ابوسعید خدری ہی تجویز کیا ہے۔ یہ جعل صریح ہے۔

تنبیہہ: (۱) سبط ابن جوزی نے اس باب ثانی عشر میں اپنے نانا ابوالفرج ابن جوزیؒ پر طعن و اعتراض بھی کیا ہے مگر اس بزرگ کو اپنی تحقیقات کی خبر نہیں ہے۔ کہ کہاں تک صحیح ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ اخرجه فی سننه یعنی حدیث

ثقلین کو ابوداؤد نے اپنے سنن میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ سنن ابی داؤد میں یہ روایت ثقلین (کتاب اللہ وعترت یا اہل بیت) والی موجود نہیں ہیں۔ شیعی علماء کو میرا مشورہ ہے کہ وہ ہمت کر کے اپنے ہم مسلک کی تائید کرتے ہوئے اس کا یہ حوالہ سچا کر کے دکھلا دیں۔

۲۔ سبط ابن جوزی کا مختصر سا اجمالی تذکرہ ہم اس بحث کے آخر میں بھی بطور نمونہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

سبط ابن جوزی کا اجمالی تذکرہ

(المولود ۵۸۱ھ المتوفی ذوالحجہ ۶۵۴ھ)

(۱)

اس کا نام یوسف بن فرغلی ہے۔ ابوالمظفر کنیت ہے لقب شمس الدین ہے۔ مشہور علامہ ابن الجوزیؒ کی لڑکی کا بیٹا ہے یعنی ابن بنت الجوزی ہے۔

(۲)

اپنے نانا کی صحبت وتاثرات کی وجہ سے پہلے حنبلی مسلک رکھتا تھا بعد میں موصل ودمشق کے علماء (شیخ جمال الدین محمود الحصیری حنفی وغیرہ) سے استفادہ کیا تو حنفی مسلک اختیار کر لیا۔ نیز سلطان صلاح الدین ایوبی کے برادر زادہ ملک معظم عیسٰی کے دربار میں اس کی آمدورفت پیدا ہو گئی تو اس ملک کے مسلک حنفی کو قبول کر لیا۔

(تاریخ ابن خلکان صفحہ ۲۵۰ جلد ثانی، فوائد البہیہ مولانا لکھنوی صفحہ ۹۶ جواہر المضیہ ص ۲۳۰ ج دوم)

(۳)

پھر اس سبط ابن جوزی نے حنفی مسلک کی تائید میں کئی تصانیف مدون کی ہیں انتیس جلدوں میں ایک تفسیر قرآن مجید لکھی ہے۔ امام محمدؒ کی جامع کبیر کی ایک مفصل شرح لکھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ایک مجلد تصنیف کیا ہے اور تاریخ در ۲۱ مجلد

میں ایک کتاب کلاں لکھی ہے جس کا نام ہے "مراۃ الزمان فی تاریخ الاعیان"
(مراۃ الجنان یافعی صفحہ ۱۳۶ جلد ۴، جواہر المضیہ صفحہ ۲۳۱ جلد ۲ کشف الظنون صفحہ ۱۶۴۷ جلد ۲)
تنبیہہ: دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن میں اس کتاب مراۃ الزمان کے بعض اجزا شائع بھی ہوئے ہیں۔

(۴)

سبط مذکور مشہور واعظ و مقبول خطیب بھی تھے۔ حنفیوں میں مدرس و مفتی رہے ہیں بڑے پایہ کے مشہور فاضل تھے۔ بنابریں بعض مؤرخین کے ہاں ان کے مناقب ہی مناقب نظر آئیں گے۔ مثلاً مراۃ الجنان[۱] یافعی، تاریخ ابن خلکان[۲]، تراجم رجال القرنین[۳] اور فوائد البہیہ[۴] فی تراجم الحنفیہ میں۔ البتہ دوسرے بعض محققین علماء مثلاً حافظ ذہبی نے میزان[۱] الاعتدال میں اور حافظ ابن تیمیہ نے منہاج[۲] السنۃ صفحہ ۱۳۳ جلد ۲ میں اور عبدالقادر القرشی نے جواہر[۳] المضیہ صفحہ ۲۳۱ جلد ۲ فی طبقات الحنفیہ میں اور کاتب چلپی نے کشف[۴] الظنون میں اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان[۵] صفحہ ۳۲۸ جلد ۶ میں اس کا مسلک واضح کر دیا ہے کہ یہ بزرگ حنفیوں میں حنفی تھے۔ حنبلیوں میں حنبلی تھے اور شیعوں میں شیعہ اور رافضی تھے اور شیعوں کے لیے انہوں نے تصانیف مدون کی ہیں چنانچہ ایک تصنیف جس کا نام "اعلام الخواص" ہے اور اسی کتاب کو تذکرۃ "الخواص" کے نام سے اب شیعوں نے مطبع العلمیہ نجف اشرف سے شائع کیا ہے یہ تصنیف بھی سبط مذکور کی ہے۔

(۵)

اور ان کا عقیدہ ہے کہ: قلت ومن شرط الامام ان یکون معصوماً لئلا یقع فی الخطاء الخ (تذکرۃ الخواص الائمہ صفحہ ۳۸۰ طبع نجف اشرف)
اور وہ امام مہدی کو زندہ فی الحال منتظر تسلیم کرتے ہیں اور اس کو آخر الائمہ کہتے ہیں۔
(تذکرۃ خواص الائمہ صفحہ ۳۷۷ از سبط ابن جوزی)
مختصر یہ ہے کہ یہ بزرگ اندرون قلب تشیع کا روگ رکھتے ہیں ان کی تصانیف اور

ان کی مرویات ہم پر حجت نہیں ہیں نہ ہی ان پر ہم کو اعتماد ہے کئی جعلی سندیں صحیح تیار کر کے چلا دیتے ہیں فلہذا ناظرین کرام ان کے اقوال کو سوچ بچار کے بعد تسلیم کریں اور وہ بھی پوری جرح و قدح کے بعد اگر جمہور علماء اہل سنت کے موافق کوئی چیز بیان کریں وہ قابل تسلیم ہوگی ورنہ نہیں۔

تنبیہ۔ اہل علم کی اطلاع کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ سبط ابن جوزی کی کئی روایات ہماری کتابوں میں چلتی رہتی ہیں جن علماء کو اس کے مسلک کا علم نہیں تھا انہوں نے اس کی روایات اپنے ہاں درج کر لی ہیں چنانچہ ایک روایت سیرۃ حلبیہ جلد سوم صفحہ ۴۰۰ پر سبط ابن جوزی کی کلام سے منقول ہو کر درج ہے۔ اس میں فاروق اعظمؓ پر طعن ثبت کرنا مقصود ہے کہ صدیق اکبرؓ نے ایک وثیقہ (رقعہ) سیدہ فاطمہؓ کو فدک کے بارہ میں لکھ دیا مگر وہ رقعہ عمر نے حضرت فاطمہ سے چھین کر چاک کر دیا" شیعہ یہ روایت مناظروں میں مطاعن فاروقی میں ہماری کتب سے پیش کرتے ہیں۔ اور حقیقۃ الامر اس کے برعکس ہے روایت ان کے ہی آدمی کی ساختہ پرداختہ ہے ہم پر الزام قائم کرنے کا کیا مطلب ہے یہ سراسر دھوکہ بازی ہے اور جعل سازی ہے اہل علم ان فریبوں سے ہوشیار رہیں اور اس قسم کی بے سروپا روایات کو بغیر تحقیق کے ہرگز قبول نہ کریں۔

روایت ثقلین از کتاب کفایۃ الطالب

(شیخ ابی عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی المتوفی ۶۵۸ھ)

عبقات الانوار (میر حامد حسین لکھنوی) جلد اول صفحہ ۲۰۳۱۱ میں ذکر کیا ہے کہ شیخ کنجی موصوف نے اس روایت ثقلین کو اپنی کتاب "کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب" میں تخریج کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

" اخرجہ مسلم فی صحیحہ کما اخرجناہ ورواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ فی کتابیہما۔"

یعنی حدیث ثقلین کو مسلم نے اپنے صحیح میں ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے تخریج کیا اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے بھی اس کو اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ یہاں ناظرین کرام کی خدمت میں چند گذارشات ہیں۔

(۱)

اول یہ کہ صاحب "عبقات" مذکور نے شیخ کنجی کا پورا اسناد نقل نہیں کیا جس سے صحت وسقم روایت کا ٹھیک اندازہ ہوسکتا کتاب کفایۃ الطالب خود میسر نہیں ہوسکی۔ البتہ شیخ کنجی کے کچھ متعلقات جستجو سے دستیاب ہوگئے ہیں وہ ان کے مسلک کی وضاحت کے لیے بشرط انصاف کافی وافی ہیں مزید کسی جواب کی حاجت ہی نہیں۔ چونکہ میر حامد حسین صاحب عبقات نے مذکورہ کتاب "کفایۃ الطالب" سے بہت کچھ مواد پیش کیا ہے بنابریں ضروری معلوم ہوا کہ شیخ کنجی مذکور کا مسلک واضح کیا جائے فی الحال مندرجہ ذیل حوالہ جات سے جو مال دستیاب ہوا ہے وہ درج کیا جاتا ہے۔ ان حوالہ جات سے ان کا مقام اور ان کا مسلک بالکل عیاں ہوگیا ہے۔

۱۔ نور الابصار (للشیخ المؤمن الشبلنجی) میں مذکور ہے کہ قال الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی فی کتابہ "البیان فی اخبار صاحب الزمان" من الادلۃ علی کون المہدی حیًّا باقیًا بعد غیبوبتہ الی الآن وانہ لا امتناع فی بقائہ بقاء عیسٰی بن مریم والخضر والیاس من اولیاء اللہ تعالٰی وبقاء الاعور الدجال فیہ وابلیس اللعین من اعداء اللہ تعالٰی الخ

یعنی شیخ کنجی نے امام مہدی کی حیات کے اثبات میں ایک کتاب بنام "البیان فی اخبار صاحب الزمان" لکھی ہے اس میں مہدی کے غائب ہونے کے بعد تاحال زندہ رہنے پر دلائل ذکر کئے ہیں کہا ہے کہ جیسا کہ عیسٰی علیہ السلام باقی ہیں خضر اور الیاس اللہ کے دوست باقی ہیں اور

کانا دجال اور ابلیس شیطان خدا کے دشمنوں میں سے باقی ہیں۔ اسی طرح مہدی کے زندہ رہنے میں کیا اشکال ہے؟ اس شیخ نے آگے چل کر مزید حیات مہدی کی خاطر بزعم خود قرآن وحدیث سے دلائل جمع کئے۔

(صفحہ ۱۸۶ نور الابصار للمومن الشبلنجی فصل فی ذکر محمد بن الحسن المہدی مطبوعہ مصر تختی کلاں طبع جدید)

تنبیہہ: یاد رہے کہ صاحب نور الابصار نے شیخ کنجی کے مزعومات ذکر کرنے کے بعد خود ان دلائل کا جواب دیا ہے اور خوب رد کیا ہے تاہم اس چیز سے شیخ کنجی کے خیالات واضح ہو گئے کہ یہ صاحب مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد اور مسلمہ اصولوں کے برخلاف اپنے عقیدے قائم کئے ہوئے ہیں اور شیعوں کے من وعن موافق نظریات رکھتے ہیں۔

۲ - اسی طرح کتاب "ینابیع المودۃ" جز ثالث باب السادس والثمانون صفحہ ۱۳۸ پر کنجی صاحب مذکور کی کتاب "البیان" سے منقول ہے کہ:

(قال الشیخ الکنجی) ان المهدی ولد الحسن العسکری فهو حیّ موجود باقٍ منذ غیبته الی الاٰن الخ

یعنی کنجی صاحب فرماتے ہیں مہدی بن حسن عسکری زندہ ہے اور غائب ہونے سے لے کر اب تک زندہ اور باقی ہے"۔

۳ - تیسرا ابو شامہ القدوسی ہے جنے اپنی کتاب "رجال القرنین" السادس والسابع) صفحہ ۲۰۸ پر شیخ کنجی مذکور کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

وفی التاسع والعشرین من رمضان ۶۵۸ھ قتل بالجامع الفخر" محمد بن یوسف الکنجی وکان من اهل العلو بالفقه و الحدیث لکنه کان فیه کثرة کلام ومیل الیٰ "مذهب الرافضة" جمع لهو کتباً توافق اغراضهم ویتقرب بها الی الرؤسا منهم

فی الدولتین الاسلامیۃ والتاتاریۃ الخ (رجال القرنین ص۲۵)

یعنی محمد بن یوسف کنجی ۲۷ رمضان ۶۵۸ھ میں "جامع فخر" میں قتل کر دیا گیا۔ یہ حدیث و فقہ کا بڑا عالم تھا۔ لیکن رافضیوں کے مذہب کی طرف راغب تھا رافضیوں کے اغراض کے موافق اس نے کتابیں لکھی ہیں ان کتابوں کے ذریعہ رافضی رئیسوں و امیروں کا مقرب بنا ہوا تھا خواہ وہ رئیساء دولت اسلامی میں تھے یا دولت تاتاری سے تعلق رکھتے تھے"۔

یاد رہے کہ اب اس قدر مسلک کی وضاحت اور تصریحات کے بعد مزید تعقبات کے جواب کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ بزرگ کنجی صاحب مسلک اہل السنۃ کے برخلاف اپنے مزعومات اور نظریات رکھتے ہیں رافضیوں کے مذہب کے دلدادہ ہیں ان کی روایات ہم پر کیسے حجت ہو سکتی ہیں؟

(۲)

نیز گذارش ہے کہ شیخ کنجی کے حوالہ سے "صاحب عبقات" نے روایت ثقلین کا سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجۃ میں بھی موجود ہونا ذکر کیا ہے۔ ہماری جستجو کے پیش نظر یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ تکثیر حوالہ جات کی خاطر اضافہ کر دیا گیا ہے۔ "صحاح ستہ" میں سے صرف صحیح مسلم شریف اور جامع ترمذی میں یہ روایت ثقلین موجود ہے۔ باقی چہار کتب صحاح میں ہمیں تلاش کے باوجود نہیں نظر آئی۔ صحیح مسلم کی سند بالکل صحیح اور از روئے قواعد درست ہے اور ترمذی کی سند غیر صحیح ہے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ہر ایک کی بحث اپنے اپنے موقع پر درج کر دی ہے۔ تسلی کی خاطر دوبارہ ملاحظہ فرمائی جائے۔

اگر دعویٰ محبت کرنے والے علماء تکلیف فرما کر روایت ثقلین کو سنن ابی داؤد سجستانی و سنن ابن ماجۃ قزوینی ہر دو کتب سے تلاش کر کے ہمیں مطلع فرماویں تو بڑی نوازش ہوگی اور صحیح سند کے تحت روایت مل گئی تو تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

بصورت دیگر "شیعی اکابر علماء" پر بڑا اعتراض وارد ہوگا کہ ان کے بڑے بڑے مشاہیر معتمد اہل علم بھی دروغ گوئی اور کذب بیانی سے نہیں چوکتے اور اس قسم کی غلط بیانیاں کر کے اپنی تالیفات اور تصانیف کا حجم بڑھایا کرتے ہیں۔ فیا للعجب)

"ینابیع المودۃ کی روایات کی تحقیق"

(سنہ تالیف ۱۲۹۱ھ)

کتاب ینابیع المودۃ کی مندرجہ روایات متعلقہ ثقلین کے جوابات سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ خود اس تصنیف اور صاحب تصنیف کے متعلق کچھ گذارشات اپنے اہل السنت حضرات کی خدمت میں واضح کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو اور اس کے مصنف کو نہیں پہچانا وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور اسے لائق اعتماد سمجھ بیٹھیں۔

۱۔ کتاب کا مکمل نام اس طرح ہے "ینابیع المودۃ لذی القربیٰ من اہل العبا" اور اس کے مرتب کا نام سلیمان بن ابراہیم المعروف "بخواجہ کلاں" ابن محمد معروف المشتہر بباباخواجہ ابن ابراہیم بن محمد معروف ابن الشیخ السید ترسون الباقی الحسینی البلخی القندوزی" شیخ سلیمان قندوزی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس تصنیف کے اختتام پر لکھا ہے کہ تم بحمد اللہ وفضلہ تالیف ینابیع المودۃ لذی القربیٰ من اہل العباء الخ

. . . وقت الضحیٰ یوم الاثنین الیوم التاسع من شہر رمضان سنۃ الف ومائتین واحدی وتسعین

(ینابیع صفحہ ۲۰۶ جلد ۳ طبع ثانی بیروت ۱۳۹۱ھ)

(۲)

ہمارے سامنے جو نسخہ ینابیع المودۃ ہے۔ وہ طبع ثانی بیروت کے "مکتبۃ العرفان"

کا مطبوعہ ہے۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ جب تک اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور ہمارے پاس نہیں پہنچی تھی تو ہم اس کے حوالہ جات سے مرعوب تھے بلکہ پریشان تھے۔ مخالف حضرات ہمیشہ اس کو اہل السنتہ کی معتبر کتاب تجویز کر کے پیش کیا کرتے تھے مطالعہ کتاب کے بعد جو کچھ تاثرات ہم نے اخذ کئے ہیں ان سے ہم ناظرین کرام کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔

اولاً

مصنف نے ۱۲۹۱ھ یعنی تیرھویں صدی میں یہ فضائل و مناقب کی کتاب ترتیب کی ہے۔ فضائل و مناقب کی کتب (شیعہ کی مرتب شدہ ہیں یا اہل السنتہ کی) سب سے اس نے مواد مہیا کیا ہے بعض خاص خاص کتب تو خالص شیعی ذہن کی پیداوار ہیں۔ ان سے بے شمار مواد حاصل کر کے اس نے اپنی تصنیف مرتب کی ہے۔ ان میں سے چند ایک کے نام شمار میں لائے جاتے ہیں۔ مثلاً کتاب سلیم بن قیس الہلالی، کتاب الموالاۃ لابن عقدۃ، کتاب مقتل ابی مخنف (لوط بن یحیٰی)، کتاب الغیبۃ للشیخ محمد بن علی بن حسین۔ کتاب المناقب لاخطب خوارزم وکتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان شیخ محمد بن یوسف گنجی وکتاب کشف الغمہ شیخ علی بن عیسیٰ الاربلی وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتابیں تو خالص شیعی مسلک کی ہیں اس کے ماسوا اور بھی بہت سی کتابوں سے (جن میں فضائل و مناقب کی ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں) انہوں نے اس تصنیف کو مدون کیا ہے۔ صحیح غیر صحیح، قوی، ضعیف و منکر و موضوع ہر درجہ کی روایات کا یہ کتاب ایک کشکول ہے اور رطب و یابس روایات کا ذخیرہ ہے۔

ثانیاً

یہ عرض کرنا ہے کہ صاحب کتاب (ینابیع المودۃ) کے خیالات کس قسم کے ہیں؟ مطالعہ کتاب سے معلوم ہوا کہ یہ مندرجہ ذیل معتقدات کے قائل ہیں۔

(۱)

یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۱۲ عدد "وصی" مفترض الطاعت ہیں جن میں سے اول وصی علی المرتضیٰؓ ہیں۔ آخر وصی محمد مہدی ہیں اور یہ آخری وصی (مہدی) اہل بیت کے مخالفین سے قتال کر کے بدلہ لے گا۔ اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے اس نے جزء ثالث میں ایک مستقل باب (الباب الثالث والتسعون) مرتب کیا ہے وہاں دلائل (بزعم خود) پیش کئے ہیں۔

(۲)

یہ کہ محمد مہدی امام حسن عسکری کا بلاواسطہ بیٹا ہے اس مطلب کے لیے بھی انہوں نے ایک مستقل باب مقرر کیا ہے یعنی باب السادس والثمانون (۸۶) جزء ثالث اس باب میں حوالہ جات پیش کر کے بزعم خویش مہدی کو ولد حسن عسکری بلاواسطہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

(۳)

یہ ہے کہ مہدی پیدا ہوئے پھر اپنی زندگی میں غائب ہو گئے اور غیبوبتہ کے بعد بھی بعض خواص لوگوں سے ملاقات ان کی ہوتی رہتی ہے اور ان کے بارہ عدد خاص وکیل ہیں (ان کے نام فرداً فرداً ذکر کئے ہیں) جو غیبوبتہ صغریٰ میں مہدی سے ملتے رہے ہیں، اس چیز کے لیے انہوں نے ایک علیحدہ باب باندھا ہے۔ یہ باب الثالث والثمانون (۸۳) جزء ثالث میں ہے۔

ناظرین کرام ان مندرجات معلوم کرنے کے بعد خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ خیالات نظریات اہل السنت حضرات کے ہیں یا شیعہ لوگوں کے عقائد ہیں یہ کوئی مغلق بات اور معمہ نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آ سکے صاحب کتاب کا مسلک شیعی ہے اور خالص شیعی نظریات کے حامل ہیں۔ اگرچہ انہوں نے اپنی تصنیف میں اپنے مسلک کو صرف محب اہلبیت ظاہر کیا ہے شیعہ ہونا ظاہر نہیں کیا۔ یہ تقیہ شریف تو پرانا حربہ ہے، جس

نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔اس کے موافق اس تصنیف کی مہم بھی سر کی گئی ہے بنابریں حالات قواعد وضوابط اہل السنۃ کے بغیر اس تصنیف کی روایات پر اعتماد کرنا ہرگز درست نہیں۔

ان گذارشات کے بعد ہم ان روایاتِ ثقلین کی طرف روئے سخن پھیرتے ہیں۔ جن کو صاحب ینابیع نے بڑی کوشش سے مدون کیا ہے اور کتاب ہٰذا جز اول میں ایک مستقل باب رابع مقرر کیا ہے اس باب رابع میں اگرچہ اور روایاتِ فضیلت مرتضوی (مثلاً حدیث سفینہ نوح وحدیث غدیر وغیرہ) بھی جمع کی ہیں مگر خاص "روایت ثقلین" کو بڑی سعی بلیغ سے مرتب کیا ہے۔

اولاً: یہ واضح ہو کہ اس باب رابع میں جو روایات مفہوم ثقلین کے متعلق منقول و مندرج ہیں صرف ان کے متعلق مناسب حال کلام کیا جائے گا۔ باب کی تمام روایات سے کوئی سروکار نہیں۔

ثانیاً۔ یہ معلوم ہو کہ اس باب میں کثرت سے روایات ثقلین تو بعینہٖ وہی مندرج ہیں جن کا ہم قبل ازیں جواب مرتب کر چکے ہیں مثلاً روایت مسلم شریف و روایت ترمذی شریف ومسند احمد کی روایات۔ حکیم ترمذی نوادر الاصول کی روایت ثعلبی کی روایت ابن المغازلی کی روایات اخطب خوارزم کی روایت طبرانی کے معاجم کی روایات۔ ابو یعلی موصلی کی روایات۔ اسحٰق بن راہویہ کی روایت۔ الضیا المقدسی کی روایت وغیرہ وغیرہ۔ ان سب کا جواب دیا جا چکا ہے البتہ بقایا روایات جو قابل جواب ہیں ان کا جواب عرض کرنا مقصود ہے اور پھر بعض ایسی روایات بھی جمع کی ہوئی ہیں جن کا مدعیٰ و مقصود (یعنی کتاب وعترت ہر دو کے ساتھ تمسک کا واجب ہونا) سے کچھ مساس نہیں۔ تکثیر مواد کی خاطر ان کو فراہم کیا گیا ہے۔ اب اس باب میں جو قابل جواب "ثقلین" کے متعلقہ روایات ہو سکتی ہیں ان کا ذکر کر کے جواب پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ترتیب وار ان تمام روایات کو پہلے نقل کر دیا ہے اس کے بعد جواب بالترتیب عرض کیا جائیگا۔

سُلیم بن قیس الہلالی کی روایات

(۱) عن سلیم بن قیس الهلالی قال بینا انا وحبیش بن المعتمر بمكة اذ قام ابو ذر واخذ بحلقة باب الكعبة فقال من عرفنی فقد عرفنی فمن لم یعرفنی فانا جندب بن جنادة ابو ذر فقال ایها الناس انی سمعت نبیكم صلی الله علیه وسلم یقول مثل اهل بیتی فیكم كمثل سفینة نوح من ركبها نجا ومن تركها هلك ویقول انی تارك فیكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا كتاب الله وعترتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

(ینابیع المودۃ ص۲۷ ج ا باب الرابع طبع بیروت)

(۲) وفی المناقب فی كتاب سلیم بن قیس قال علی علیه السلام ان الذی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم عرفته علی ناقته القصوی وفی مسجد خیف ویوم الغدیر ویوم قبض فی خطبته علی المنبر ایها الناس انی تركت فیكم الثقلین لن تضلوا ما تمسكتم بهما الاكبر منهما كتاب الله والاصغر عترتی اهل بیتی وان اللطیف الخبیر عهد الیّ انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض كهاتین اشار بالسبابتین ولا ان احدهما اقدم من الاخر فتمسكوا بهما لن تضلوا ولا تقدموا منهم ولا تخلفوا عنهم ولا تعلموهم فانهم اعلم منكم۔

(ینابیع المودۃ ص ۳۲/۳۳ جز اول باب رابع)

ابن عقدہ کی وہ روایات جو قبل ازیں زیر بحث نہیں آ سکیں۔

زید بن ارقمؓ (۱)۔۔۔روی الحافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی المدنی فی کتابہ نظم درر السمطین حدیثا ولفظہ روی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حجۃ الوداع فقال انی فرطکم علی الحوض فانکم تبعی وانکم توشکون ان تردوا علی الحوض فاسئلکم عن ثقلی کیف خلفتمونی فیہما فقام رجل من المھاجرین فقال ما الثقلان قال الاکبر منہما کتاب اللہ سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم والاصغر عترتی فتمسکوا بہما فمن استقبل قبلتی و اجاب دعوتی فلیستوص بعترتی خیرا فلا تقتلوا ھم ولا تقصروا عنہم الخ۔۔۔ واخرجہ ابن عقدۃ فی الموالاۃ۔

(ینابیع المودۃ ص۳۵ ج اباب رابع)

نوٹ: اصل اس روایت کے لیے صاحب تخریج تو ابن عقدہ ہے۔حافظ جمال الدین زرندی وغیرہ تو ابن عقدہ سے ناقل ہیں جیسا کہ آخر روایت میں صاحب ینابیع نے بہ تصریح کہہ دیا ہے۔ اخرجہ ابن عقدۃ فی کتاب الموالاۃ۔

(۲)

زید بن ثابت واخرج ابن عقدۃ فی الموالاۃ من طریق محمد بن کثیر عن فطر وابی الجارود کلیہما عن ابی الطفیل عن زید بن ثابتؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و وسلم انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ عزّ وجلّ حبل ممدود السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وانہما لن یفترقا

حتیٰ یردا علی الحوض" (ینابیع المودۃ ص۳۶ ج ۱)

(۳)

علی المرتضیٰ رض و ابو رافع مولی

واخرج ابن عقدۃ من طریق سعد بن ظریف عن الاصبع بن نباتہ عن علی وعن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لفظہٗ ایھا الناس انی ترکت فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر فاما الاکبر فھو حبل فبید اللہ طرفہٗ والطرف الاخر بایدیکم وھو کتاب اللہ ان تمسکتم بہ لن تضلوا ولن تذلوا ابداً واما الاصغر فعترتی اھل بیتی الخ۔۔

(ینابیع المودۃ ص۳۶-۳۸ جلد اول باب رابع)

(۴)

ابو ہریرۃ رض

واخرج ابن عقدۃ من طریق محمد بن عبد اللہ بن ابی رافع عن ابیہ عن جدہٖ وعن ابی ھریرۃ رض ما لفظہٗ انی خلفت فیکم الثقلین ان تمسکتم بھما لن تضلوا ابداً کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ولن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض۔ (ینابیع المودۃ ص۳۸ ج اول)

(۵)

حضرت فاطمہ رض

اخرج ابن عقدۃ من طریق عروۃ بن خارجۃ عن فاطمۃ الزھرا رض قالت سمعت ابی صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی قبض فیہ یقول قد احتلأت الحجرۃ من اصحابی ایھا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعًا وقد قدمت الیکم القول معذرۃً الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عز وجل

وعترتی اھل بیتی ثم اخذ بیدعلی فقال ھنا علی مع القران والقران مع علیٍ لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسأئکم ماتخلفونی فیھما۔" (ینابیع المودۃ صہ ۳۸ ج ۱)

ینابیع المودہ کی بعض وہ روایات جو عنوان وفی المناقب کے تحت درج کی ہیں۔

(۱)

"وفی المناقب عن احمد بن عبد اللہ بن سلام عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الظھر ثم اقبل بوجھہ الکریم الینا فقال معاشر اصحابی اوصیکم بتقوی اللہ والعمل بطاعتہ وانی ادعیٰ فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ان تمسکتم بھمالن تضلوا وانھما لن یفترقا حتی یردا علے الحوض فتعلموا منھم ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم۔"

(ینابیع المودۃ صہ ۳۳ ج ۱)

(۲)

عن عطاء بن السائب عن ابی یحیٰی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا معشر المومنین ان اللہ عز وجل اوحیٰ الی انی مقبوض اقول لکم قولاً ان عملتم بہ نجوتم و ان ترکتموہ ھلکتم ان اھل بیتی وعترتی ھم خاصتی وحامتی وانکم مسئولون عن الثقلین کتاب اللہ وعترتی ان تمسکتم بھمالن تضلوا فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔ (ینابیع المودۃ صہ ۳۴ ج ۱)

(۳)

"وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال علیہ السلام الطلحۃ و عبد الرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص ھل تعلمون

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ولن تضلوا ان اتبعتم واستمسکو بھما قالوا نعم انتھی المناقب" (ینابیع المودة ص۳۲ جلد اطبع بیروت طبع ثانیہ بمکتبہ عرفان)

مندرجہ ترتیب کے موافق اب ان روایات کی تحقیق پیش کی جاتی ہے کہ کیا از روئے قواعد اہلسنت قابل قبول ہیں؟

تحقیق روایات سلیم بن قیس ہلالی

یہاں یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ سلیم مذکور کس قسم کے بزرگ ہیں یہ مسئلہ قبول روایت بالکل صاف ہو جاتا ہے واضح ہو کہ:

(۱)

سلیم بن قیس الہلالی شیعہ بزرگوں کے ہاں بڑے معرکے مروی عنہ یعنی ماخذ روایات ہیں۔ ان کے علماء رجال نے سلیم مذکور کو حضرت علی المرتضیٰ اور حسنین کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ اس سلیم کے پاس روایات کی ایک خاص نوٹ بک (صحیفہ خاص) تھی جس کو اس کے شاگرد خصوصی (ابان بن ابی عیاش) نے لوگوں میں مروج کیا ہے۔ شیخ عباس قمی تحفۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ سلیم بن قیس الہلالی از اصحاب امیر المومنین و حسنین (ع) است واو ست صاحب کتاب معروف بین محدثین علماء کہ ابان از و روایت میکند چنانچہ در اول کتاب بآن اشارہ شد" (تحفۃ الاحباب ص ۱۳۴ طبع طہران تذکرہ سلیم) اور اسی کتاب میں ابان مذکور کے تذکرہ میں ص ۲ پر لکھا ہے کہ:

"ایں کتاب را حیز از ابان از سلیم کسی دیگر نقل نکردہ وابان گفتہ کہ سلیم شیخی متعبد و نورانی بود و کتاب سلیم از اصول شیعہ است و مشائخ

مانند برقی وصفار وکلینی وصدوق ونعمانی وغیرہم بر آن اعتماد نمودہ۔"

یعنی بڑے بڑے اکابر علماء وشیوخ شیعہ نے اس خصوصی صحیفہ سلیم پر اعتماد و اعتقاد کیا ہے اور ابان کہتا ہے کہ شیخ سلیم بن قیس بڑا عابد زاہد نورانی چہرے والا آدمی تھا۔

(۲)

اہل علم کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی کا "خصوصی تشیع" شیعی علماء رجال میں سے بہت سے علماء نے لکھا ہے اس چیز میں شیخ عباس قمی متفرد نہیں ہے۔ چنانچہ جامع الرواۃ ص ۳۷۴ (از محمد بن علی الاردبیلی) میں اور روضات الجنات ص ۳۱۶ (از میرزا خوانساری موسوی) میں یہ بحث سلیم کے نام کے تحت اور ابان بن ابی عیاش (جو سلیم کا شاگرد ہے) کے تذکرہ میں بخوبی مشرح ومفصل ملے گی۔ صاحب روضات الجنات نے اس کی بحث کو بڑا طول دیا ہے۔ آخر کار اس سلیم کی وثاقت اور اعتماد پر کلام کو تمام کیا ہے۔ اسی طرح شیخ عباس قمی نے بھی بعض اعتراضات کے جواب مکمل پیش کر کے اس کی وثاقت اور معتبر ہونے کو ثابت کیا ہے۔

بہرکیف ان مندرجات کے بعد یہ بات واضح ہے۔ یہ سلیم بن قیس ہلالی خالص شیعی مسلک کے آدمی ہیں۔ شیعوں میں ان کی مرویات معتبر ومسلم ہیں۔ ہم پر ان کی روایات پیش کرنا اصول کے خلاف ہے اور قواعد کو برطرف ڈالنا ہے۔ شیعہ سنی مختلف فیہ مسائل میں اس کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اب اگرچہ بعض فضائل و مناقب کی کتابوں میں اس کی روایات کو غیر محققین مصنفین نے درج کر لیا ہے تاہم اصل مؤقف وہی ہے جو ہم نے عرض کر دیا ہے اور صاحب ینابیع تو خود ہی مشکوک اور تقیہ باز آدمی ہے یہ کسی اہل سنت کے معتبر مصنف کے حوالہ سے کوئی روایت یا قول پیش بھی کر دے تو جب تک اصل ماخذ کی طرف رجوع کر کے تسلی نہیں کر لی جائے گی قبول نہیں ہوگا۔

(۳)

نیز یہ گذارش بھی ملحوظ رہے کہ سلیم بن قیس ہلالی کا تذکرہ ہماری متداول کتب رجال میں بالکل مفقود ہے۔ تقریب وتہذیب ولسان المیزان والجرح والتعدیل رازی ومیزان ذہبی وتاریخ بغداد وتذکرۃ الحفاظ۔ تاریخ صغیر امام بخاریؒ، تاریخ کبیر امام بخاریؒ، طبقات ابن سعد وغیرہ وغیرہ کتب اپنے اپنے مقام سے دیکھ لی گئی ہیں اس شخص کے خلوص تشیع میں تو اب کوئی اشتباہ باقی ہی نہیں رہتا۔ پس اس کی قبول روایت کا مسئلہ خود بخود صاف ہے کسی بحث کی حاجت نہیں ہے۔

ابن عقدہ کی روایات کی تحقیق

ان روایات کے متعلق مختصراً اتنا عرض ہے کہ صاحب ینابیع نے ابن عقدہ کی روایات اس حیثیت سے مدون کر کے پیش کی ہیں کہ اور محدثین کی طرح یہ بھی اہلسنت کا مسلم محدث ہے اور صاحب اسناد ہے حالانکہ معاملہ دگرگوں ہے۔ ابن عقدہ ۳۳۲ھ کا متوفی ہے۔ صاحب اسناد ضرور ہے مگر یہ بزرگ شیعہ ہے اور اس کا تشیع مسلم بین الفریقین ہے۔ زیدی جارودی شیعہ ہے اور ان کی اصول اربعہ کا معتبر و کثیر راوی ہے۔

عبقات کی روایات کے جوابات میں ابوالقاسم بغوی کے بعد ابن عقدہ کی روایات (عبقات سے) آٹھ عدد نقل کر کے ہم نے اس کا مفصل باحوالہ تذکرہ کر دیا ہے رجوع کر کے وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ

۱۔ یہ بزرگ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید کوفی ابن عقدہ کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ شیعہ وسنی کے ہاں اس کا زیدی جارودی ہونا مسلم مسئلہ ہے۔

۳۔ اہلبیت کے فضائل مناقب میں لاکھوں روائتیں ازبر کر رکھیں تھیں۔ ان کو لوگوں میں مروج کرنا ان میں ثقلین کی روایت بھی ہے۔

۴- بڑے عمدہ و معتبر اسانید مرتب کر کے چلا دیتا اور خود سلسلہ اسناد میں سے غائب رہتا۔

۵- موقعہ پا کر معائب صحابہ کرام و مثالب لوگوں کو بیان کرتا۔

مندرجہ ذیل سُنی کتب ملاحظہ ہوں؛

(۱) میزان الاعتدال ص ۶۵ جلد اول طبع مصر (۲) لسان المیزان صفحہ ۲۶۶ جلد اول

(۳) البدایہ والنہایۃ لابن کثیر دمشقی صفحہ ۷۸؛ جلد ۶۔

مندرجہ ذیل شیعہ کتب ملاحظہ ہوں۔

(۱) جامع الرواۃ؛ صفحہ ۶۵، ۶۶، ۶۷ جلد اول (۲) روضات الجنات صفحہ ۵۸

(۳) تحفۃ الاحباب قمی ص ۱۴۳۔

تنبیہہ: یہ صرف تین تین حوالہ جات ہر دو جانب سے نقل کئے ہیں باقی تفاصیل اور حوالہ بقایا وہاں گذشتہ مقام میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ان گذارشات کے بعد واضح ہو گیا کہ صاحب ینابیع المودۃ نے جتنی روایات ابن عقدۃ کے حوالہ سے درج کی ہیں وہ سب ہم پر حجت نہیں ہیں۔ نہ ان کا جواب ہمارے ذمہ ہے

ہمارے سامنے اہلسنت علماء کی جو صحیح روایت صحیح اسناد کے ساتھ پیش کی جائے گی وہ انشاء اللہ قابلِ قبول ہے اور وہ اہلسنت علماء جن پر ابن عقدہ کی حیثیت اعتماد واضح نہیں تھی ان سے اس معاملہ میں فرو گذاشت ہوئی ہے وہ لوگ بیشک ایک گونہ معذور ہیں۔ ابن عقدہ کی تصویر کا اگر ایک رُخ ان کے سامنے نہیں آ سکا تو ان کو الزام دینا اور ان پر اعتراض قائم کرنا صحیح نہیں ہے یہ جو کچھ بھی ان علماء سے صادر ہوا ہے صرف غلط فہمی ہے جو ان لوگوں کے تقیہ کی وجہ سے ہوئی ہے اور بس!

وہ روایات جو "وفی المناقب" کے الفاظ سے اس باب میں درج ہیں

صاحب ینابیع نے اس باب میں کثرت سے تو وہی روایات درج کی ہیں جن کی مکمل سند نہیں دی۔ صرف محدث کا حوالہ دیدیا ہے اور بعض روائتیں بالکل گول مول رکھیں "وفی المناقب" کے الفاظ سے شروع کر کے درج کر دی ہیں۔ اب یہ معلوم ومتعین کرنا کہ یہ کون مناقب مراد ہیں؟ کون ان کا مصنف ہے؟ یہ کچھ درج نہیں کیا۔ بڑے غور و خوض کے بعد یہ رائے ٹھہری ہے کہ خود کتاب "ینابیع کی روش اور سیاق سباق کے اعتبار سے اس سے مراد متعین کرنا صحیح ہوگا۔ اپنی جانب سے کچھ کہہ دینا کہ فلاں مناقب یہاں مراد ہیں درست نہ ہوگا۔ اس لیے ہماری دانست کے موافق۔

(۱) یا تو سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب (جو ہر قسم کی روایات کا کشکول ہے) مراد ہے جیسا کہ صفحہ ۳۲ پر ان الفاظ کے ساتھ شروع کیا ہے۔ و فی المناقب فی کتاب سلیم بن قیس قال علی علیہ السلام الخ

(۲) یا پھر مناقب سے مراد مناقب اخطب خوارزم. ہیں جو فضائل والے لوگوں میں مشہور ہیں ان سے شیعہ مصنفین بھی بہت کچھ مواد حاصل کرتے ہیں جیسا کہ کتاب کشف الغمہ عیسٰی اردبیلی میں اخطب خوارزم سے بہت سی فضائل کی چیزیں منقول ہیں۔ بعض سنی متساہل اور ناواقف حضرات بھی اس سے مواد اخذ کرتے ہیں حالانکہ یہ اخطب خوارزم کوئی قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے۔

اگر صاحبِ کتاب مذکور سلیم بن قیس ہیں تو بھی معاملہ صاف ہے اور اگر اخطب خوارزم کے مناقب یہاں مراد ہیں تو بھی بات واضح ہے کہ اخطب موصوف زیدی شیعہ ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں اس امر کی تصریح کر دی ہے اس کا پورا حوالہ سابقاً دیا گیا ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اس پر سخت جرح کی ہے۔

اس کی تمام عبارت ہم نے ابو بکر البیہقی کی روایت کے تحت قبل ازیں مفصل لکھ دی ہے۔ وہاں رجوع کر لیا جائے۔ یہ شخص کوئی لائق اعتماد نہیں ہے جس کی روایت کو بغیر تحقیق کے قابل قبول تسلیم کیا جائے اگر اس کی روایت باسند میسر ہو جائے تو قواعد ضوابط کے موافق نقد کر کے لی جائے گی۔ یہاں سند ہی ندارد ہے۔ قصہ تمام شد۔

تتمہ بحث ینابیع المودّۃ

واضح ہو کہ جیسے ونی المناقب کے الفاظ سے چند روایات بے سند لکھ دی ہیں۔ اسی طرح مزید بھی چند ایک روایات اس باب میں لکھی ہیں۔ اور وہ بھی سب بے سند درج ہیں اور جن کتب کا حوالہ دیتے ہیں وہ بھی کوئی باسند کتابیں نہیں ہیں۔ وہاں بھی نقل در نقل چل رہی ہے مثلاً معالم العترۃ از حافظ عبد العزیز الاخضر اور مودۃ القربیٰ للہمدانی وغیرہ۔ ایسی اس قسم کی بے سند روایات کو جو غیر معتمد علیہ کتب سے فراہم کی گئی ہیں بلا چون و چرا تسلیم کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس طریقہ سے قبول روایت کے باب میں جو قواعد کی کتابیں تدوین کی گئی ہیں وہ سب بلا ضرورت اور بیکار ٹھہرتی ہیں۔ ان ھذا الا ھو خسران مبین

البتہ یہاں ایک کتاب "مسند بزار" جس کا حوالہ اس باب میں ثقلین کے متعلق پیش کیا گیا ہے اس کو آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ہمارے محدثین میں بڑے پایہ کے صاحب سند عالم ہیں اس کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ مقام "ثقلین" میں دو جگہ صاحب ینابیع نے محدث بزار کے حوالہ کو درج کیا ہے ایک ص ۳۷، ج ۱ پر ان الفاظ کے ساتھ کہ:

روی البزار و لفظہٗ انی ترکت فیکم الثقلین یعنی کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی وانکم لن تضلوا ان تمسکتم بھما۔ دوسرے مقام ص ۳۸، ج ۱ پر لکھتے ہیں و اخرج البزار فی سندہ عن ام ھانی بنت ابی طالب قالت رجع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حجتہ حتیٰ نزل بغدیر خم ثم
قام خطیباً بالھاجرۃ فقال ایھا الناس انی اوشک ان ادعی فاجیب
وقد ترکت فیکم الخ

پہلے حوالہ میں صحابی کا نام ندارد ہے کہ کون صحابی روایت کرنے والے ہیں دوسرے حوالہ میں یہ تصریح ہے کہ ام ہانی سے یہ روایت منقول ہے۔ اس تفصیل کے بعد یہ عرض کرنا ہے کہ ہم نے اپنی جگہ مسند بزار کی روایات کی تحقیق کے سلسلہ میں یہ کوشش کی تھی کہ مسند موصوف سے سب سندیں مل جائیں لیکن اس میں صرف حضرت علی و حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات تو دستیاب ہو گئی ہیں چنانچہ ہم ان کو اپنے اپنے مقام میں زیر بحث لائے ہیں وہ سندیں صحیح نہیں ہیں رواۃ پر جرح قدح مفصل درج کر دی گئی ہے مسند بزار (متوفی ۲۹۲ھ) کی بحثیں دوبارہ ملاحظہ فرمانے سے تسلی ہو جائے گی۔ ام ہانیؓ کی روایت مذکورہ اور عند البعض عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت

یہ ہر دو مسند بزار سے نہیں ملتیں۔ پیر جھنڈا کے کتب خانہ (سندھ) ضلع نواب شاہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے لیکن بوسیدہ ہے۔ اس نسخہ میں بھی یہ دونوں روایات مفقود ہیں۔ دوسرا نسخہ حیدر آباد دکن کے ایک کتب خانہ میں محفوظ ہے ہم نے ہر دو سندیں (حضرت علی و حضرت ابو ہریرہ) والی روایات کی حضرت مولانا مفتی رحیم الدین صاحب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ (شبلی گنج) کی وساطت سے حاصل کی ہیں ان کے ہاں بھی مزید کسی صحابی سے یہ روایت نہیں مل سکی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عدم ذکر الشیٔ سے ذکر عدم الشیٔ تو لازم نہیں آتا ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے نسخہ میں یہ ام ہانی کی روایت مندرج ہو تو اس کا جواب بالکل سہل ہے۔ ثقلین کو واجب التمسک قرار دینے والے احباب تھوڑی تکلیف فرما کر صحیح نسخہ تلاش کر کے اس سے ام ہانی کی روایت کی مکمل سند فراہم کر دیں اگر سند صحیح ہوئی تو اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔ اگر یہ

نہ ہوسکے تو امید ہے ہم کو بھی بلا سند اور غیر صحیح روایات تسلیم کر لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

رسالہ ہٰذا کے آخری حصہ میں ہم چند تنبیہات ذکر کرنا چاہتے ہیں جن میں بحث ثقلین کی متعلقہ چند ضروری چیزوں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ جیسے رسالہ ہٰذا کی ابتداء میں چند "ضروری تمہیدات" ثبت کی گئی ہیں۔ اسی طرح یہاں آخر رسالہ میں ان تنبیہات کا اندراج بھی ضروری امر ہے۔

تنبیہ اوّل

ثقلین کی روایت کا جو معنی اور مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ یہ ہم نے اپنی جانب سے تصرف اور تغیر کر کے نہیں پیدا کیا بلکہ جمہور علماء اہل السنۃ کا مسلک یہی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس میں کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور کتاب اللہ کی اطاعت واجب قرار دی گئی ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور اولاد (جن کو اہل بیت سے تعبیر کیا گیا ہے) کے متعلق اُمت کو یہ وصیت فرمائی گئی ہے کہ ان کے ساتھ مودۃ و محبت و عمدہ سلوک وحُسن معاملہ کیا جائے اور ان کے حقوق کی رعایت کی جائے ان پر مظالم اور سختی نہ کی جائے، اور روایت ہٰذا میں اہلبیت اور ازواج مطہرات۔ کے حق میں یہ حکم موجود نہیں ہے کہ ان کے ساتھ تمسک واجب ہے یا ان کی اطاعت بالاستقلالاً واجب ہے، یا یہ کہ جو ان کے ساتھ تمسک نہ کرے گا۔ وہ گمراہ ہو گا ہدایت نہ پاسکے گا وغیرہ وغیرہ۔

اور مدعیان حب اہلبیت نے جو اس روایت کا معنی تجویز کیا ہے کہ قرآن مجید کتاب اللہ کی طرح اہلبیت کی اطاعت اور تابعداری واجب ہے۔ اور اہلبیت کتاب اللہ کی طرح خطا سے معصوم ہیں۔ روایت ہٰذا کا یہ مطلب صحیح نہیں

ہے بلکہ اس روایت ثقلین کا مفہوم وہی صحیح ہے جو جمہور اہلسنت نے بیان کیا ہے۔ اس پر ہم چند ایسے مویدات پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے ہمارے دوستوں کو بھی انکار نہ ہوگا اور وہ ان کے مسلمات میں سے ہوں گے۔

تائید اوّل

شیعہ علماء کی مشہور کتاب کشف الغمہ (از عیسیٰ اربیلی) کے صفحہ ۱۶ (مطبوعہ ایران) پر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ثقلین کی متعلقہ مفصل روایت مروی ہے۔ (یہ روایت بڑی طویل وعریض ہے) اس میں مندرج ہے۔

"فلما ند رما الثقلان حتی قام رجل من المهاجرين فقال بابی انت و امی ما الثقلان؟ فقال الاكبر منهما كتاب الله سبب طرف بيد الله عزوجل وطرف بايديكم فتمسكوا به لا تزلوا ولا تضلوا والاصغر منهما عترتی لاتقتلوا هم ولا تقهروا هم فانی سألت اللطيف الخبير ان يردوا علی الحوض فاعطانی فقاهر هما قاهری وخاذ لهما خاذلی وولیهما ولی وعدو هما عدوی۔ (کشف الغمہ ص۶۷ ج۱ مع ترجمہ فارسی ترجمۃ المناقب طبع جدید۔ ایران)

(کشف الغمہ صفحہ ۶۷ جلد ۱ مع ترجمہ فارسی ترجمۃ المناقب طبع جدید۔ ایران)

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب ثقلین کا بیان فرمایا تو ہم ثقلین کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ حتیٰ کہ مہاجرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کیا فدا ہ ابی و امی ثقلین کیا چیز ہے؟ تو جناب نبی کریمؐ نے فرمایا ان دونوں میں سے بڑی چیز تو اللہ کی کتاب ہے اس کی ایک جانب اللہ کریم کے دست قدرت میں ہے دوسری تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اس سے تمسک کرو گے تو نہ پھسلو گے اور نہ ہی گمراہ ہو گے۔ اور ان دونوں ثقیل چیزوں میں سے جو اصغر ہے۔ وہ اولاد بنی ہے۔ ان کو قتل نہ کرنا۔ ان پر قہر وتشدد نہ کرنا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ یہ مجھے حوض پر ملیں تو یہ سوال منظور ہوا۔ ان پر قہر کرنا ان کو

رسوا و ذلیل کرنا گویا میرے ساتھ یہ معاملہ کرنا ہے جو دونوں بھاری چیزوں کا دوست ہے۔ وہ ہمارا دوست ہے جو ان کا دشمن ہے' وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔

اہل انصاف کی خدمت میں گذارش ہے کہ کشف الغمہ کی روایت ہذا میں کس صراحت کے ساتھ یہ مضمون موجود ہے کہ ثقلین میں سے کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرو گے۔ اس کو اخذ کرو گے تو تمہارا قدم نہ پھسلے گا اور نہ تم گمراہ ہو گے اور ثقلین میں سے جو اصغر ہے اس کو قتل نہ کرنا ان پر سختی اور قہر نہ کرنا جو ان سے یہ معاملہ کرے گا گویا اس نے ہمارے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ ان کے ساتھ دوستی یا عداوۃ ہمارے ساتھ دوستی یا عداوت ہے، مختصر یہ ہے کہ کتاب اللہ کے متعلق اخذ اور تمسک کرنے کا ارشاد ہوا ہے تاکہ گمراہی نہ آئے اور اہلبیت کے ساتھ حسن سلوک کا حکم صادر ہوا ہے۔ ان کی وجوب اطاعت کا حکم نہیں ہوا۔

ناظرین کرام غور و خوض فرما کر کشف الغمہ کی روایت مندرجہ بالا کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ جو اہلسنت علماء کرام نے روایت ثقلین کا مفہوم بیان فرمایا ہے کیا اس کی پوری طرح تائید ہوتی ہے یا نہیں؟

تائید ثانی

دوستوں کے مشہور فاضل علی بن ابراہیم قمی اپنی مشہور "تفسیر قمی" پارہ چوتھا آیت ۵۹ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ کے تحت ایک روایت لائے ہیں۔ اس روایت کو خمسہ روایات (پانچ جھنڈوں) والی روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ روایت بھی صاف بتلاتی ہے۔ روایت ثقلین کا جو مفہوم اہل السنتہ نے بیان کیا ہے وہی درست اور صحیح ہے۔ شیعہ حضرات جو مدعیٰ اور مقصد اس روایت سے ثابت کرنے کے خواہاں ہیں وہ ہرگز درست نہیں ہے۔ ذیل میں پہلے روایت درج کی جاتی ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ جو شیعہ دوستوں کے مشہور مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی نے اپنے حواشی کے ضمیمہ جات میں لکھا

ہے وہ بلفظہٖ پیش خدمت ہے۔ منصف طبائع انصاف خود فرما سکیں گے ہماری تشریحات کی حاجت نہ ہوگی۔

ثم ترد علی رایۃ مع امام المتقین وسید المسلمین وقائد الغر المحجلین ووصی رسول رب العالمین فاقول لھم ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فاتبعناہ واطعناہ فاما الاصغر فاحببناہ وواليناہ وازرناہ ونصرناہ حتی اھرقت فیھم دمائنا فاقول ردوا الجنۃ رواء مرویین مبیضۃ وجوھکم ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ

(تفسیر قمی صفحہ ۵۹ طبع ایران)

ترجمہ: (حضور علیہ السلام نے فرمایا) پھر پانچواں جھنڈا امام المتقین سید الوصیین قائد غر المحجلین وصی رسول رب العالمین کا میرے پاس وارد ہوگا۔ میں ان سے دریافت کروں گا کہ تم میرے بعد "ثقلین" کے ساتھ کس طرح پیش آئے وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ثقل اکبر کی ہم نے پیروی اور اطاعت کی اور ثقل اصغر سے ہم نے محبت و موالاۃ کی اور ان کو یہاں تک مدد دی کہ ان کے بارے میں ہمارے خون تک بہا دیئے گئے۔ پس ان سے میں کہوں گا کہ تم سیر و سیراب ہو کر سفید رو بن کر جنت میں چلے جاؤ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

(ضمیمہ صفحہ ۵۸ از مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی)

قمی کی اس روایت نے مسئلہ صاف کر دیا کہ اطاعت اور تابعداری کا حکم ثقل اکبر (کتاب اللہ) کے لیے مخصوص ہے اور ثقل اصغر (اہل بیت) کے ساتھ محبت اور دوستی کرنے کا ارشاد تو ہے لیکن ان کی مستقل اطاعت اور وجوب التمسک کا حکم نہیں ہے۔

تائید ثالث

اب تیسری تائید میں ہم امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ روایت (ارشاد نبوی) نقل کرتے ہیں جو انہوں نے خود حضور علیہ السلام سے نقل فرمائی ہے اور ایک منکرین کی جماعت پر امام موصوف نے بطور احتجاج پیش کی ہے۔ دوستوں کے مسلم مجتہد شیخ احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی نے اس کو اپنی تصنیف الاحتجاج صفحہ ۱۳۹ میں درج فرمایا ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

قال (سیدنا الامام الحسنؑ) انشدکم باللہ اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قال فی حجۃ الوداع ایھا الناس انی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ کتاب اللہ وعترتی فاحلوا حلالہٗ وحرموا حرامہٗ واعلوا بمحکمہٖ و آمنوا بمتشابہٖ وقولوا آمنا بما انزل اللہ من الکتاب و احبوا اھل بیتی وعترتی ووالوا من والاھم وانصروا علی من عاداھم وانھما لن یزالا فیکم حتی یردا علی الحوض یوم القیامۃ۔

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۳۹)

(احتجاج الحسن بن علی علی جماعۃ من المنکرین)

یعنی امام حسنؓ نے اپنے مخاطبین کو قسم دے کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا اے لوگو! میں تم میں اس چیز کو چھوڑتا ہے جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے اور میری اولاد ہے۔ کتاب اللہ کے حلال کو حلال جانو اور اس کے حرام کو حرام جانو اور اس کے محکم کے ساتھ عمل کرو اور متشابہ پر ایمان رکھو اور کہو کہ اللہ نے جو کتاب اتاری ہے اس کے ساتھ ہم ایمان لائے۔ اور اہل بیت کے ساتھ محبت رکھو اور جو شخص ان کے ساتھ دوستی رکھے اس کے ساتھ دوستی رکھو اور جو ان کے ساتھ دشمنی رکھے اس کا خلاف کرو اور یہ دونوں تم میں

رہیں گے حتیٰ کہ قیامت کے روز میرے پاس حوض پر پہنچیں۔

اس فرمان میں بھی کتاب اللہ کے ساتھ عمل درآمد کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اہل بیت کے متعلق موالاۃ اور دوستی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ لیکن ان کی وجوب اطاعت اور وجوب تمسک کا کوئی حکم نہیں صادر فرمایا گیا تو ان تمام مندرجہ بالا روایات سے صاف معلوم ہوا کہ روایت ثقلین کا جو مفہوم جمہور اہلسنت علماء نے بیان کیا ہے۔ وہی درست ہے اور شیعہ حضرات کا مدعیٰ اس روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ ثانی

شیعہ احباب "روایت ثقلین" کا جو کچھ مفہوم بیان کیا کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ " اہلبیت "کتاب اللہ کی طرح واجب الاطاعت ہیں اور لازم التمسک ہیں "حجت شرعی" ہونے کے لحاظ سے کتاب اللہ اور اہلبیت میں کوئی فرق نہیں ہے جو شخص ان دونوں کے ساتھ تمسک کرے گا وہ ناجی ہوگا جو ان دونوں کے ساتھ تمسک نہ کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔

۲۔ نیز روایت ہذا میں اہلبیت سے مراد صرف بارہ امام ہیں جن کی تابعداری کرنا اور ان کے احکام پر عمل کرنا کتاب اللہ کی طرح لازم ہے"۔

"روایت ثقلین" کا اگر یہ مفہوم صحیح ہے جو ان دوستوں نے تجویز کیا ہے تو پھر قدرتی طور پر چند سوالات وارد ہوں گے جن کا تسلی بخش جواب پیش کرنا دوستوں کے لیے لازم ہے اور ان کے متعلق ان مہربانوں کو اپنی جگہ غور و فکر کرنا ضروری امر ہے

اول

پہلی یہ چیز قابلِ توجہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری فرمایا ہے۔ اس وقت روایت ہٰذا کے خطاب (انی تارك فیکم) میں خود "اہل بیت نبی" "عترت رسول" "عم رسول" مخاطب ہیں یا نہیں؟

اگر باقی مخاطبین کی طرح وہ بھی اس خطاب کے مخاطب ہیں اور یہ خطاب ان کو بھی شامل ہے ؟ تو سب سے پہلے یہاں اتباع لنفسہٖ واطاعت لذاتہٖ" کا مطلب قابل وضاحت ہے۔ اس کو حل کرنا چاہیے ؟ نیز یہ بھی بتلایا جائے کہ:

۱- عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ اور

۲- عقیل برادر حضرت علی المرتضیٰؓ نے صدیق اکبرؓ کے ساتھ بیعت کر کے روایت ہذا کے فرمان کے خلاف کیسے عمل درآمد کر دیا۔

۳- خود حضرت علیؓ نے آخر کار صدیق اکبر سے بیعت کر کے فرمان ہذا کو کیوں فراموش کر دیا۔

۴- سیدنا امام حسنؓ) اور

۵- سیدنا امام حسینؓ نے امیر معاویہؓ سے بیعت کر کے اس فرمان رسالت کو کیوں متروک العمل ٹھہرا دیا۔

۶- خود امام حسینؓ نے اپنے برادر حقیقی امام معصوم امام حسنؓ کا اتباع نہ کر کے اس حدیث کا خلاف کیسے کر ڈالا؟ اور امیر معاویہ سے بیعت کر لی۔

۷- حضرت علیؓ کے صاحبزادہ محمد بن الحنیفہ نے امام برحق امام زین العابدین کی امامت تسلیم نہ کر کے اس حکم کو کیسے پس پشت ڈال دیا؟

۸- اور امام حسنؓ کے صاحبزادے حسن مثنیٰ نے اپنے دعوے امامت کے دوران میں امام برحق (زین العابدین) کی امامت کا عملاً انکار کر کے اس روایت ثقلین کو کیوں چھوڑ دیا؟

۹- اسی طرح زین العابدینؒ نے حسن مثنیٰ کو امام نہ تسلیم کر کے اس ارشاد کی مخالفت کیوں کر ڈالی ہے ؟ حالانکہ حسن مثنیٰ اولاد علی و عترت نبی، و نسل بتول، ہے،

جس کے اہلبیت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

۱۰۔ اور زین العابدین کے صاحبزادے امام زید نے اپنے وقت کے امام محمد باقر کی امامت کا انکار کر کے اس نبوی حکم کو عملاً کیوں فراموش کر دیا؟

۱۱۔ اسی طرح جناب محمد باقرؒ نے اپنے برادر حقیقی امام زید کی امامت کو نہ تسلیم کر کے اس نبوی حکم کو کیوں عملاً چھوڑ دیا؟

۱۲۔ اور محمد بن عبداللہ محض بن حسن المثنیٰ ابن امام حسنؓ نے اپنی امامت کا دعوے کر کے جعفر صادقؒ کو امام تسلیم نہ کرتے ہوئے اس فرمانِ رسالت کو کیوں متروک العمل بنا دیا؟

۱۳۔ اسی طرح امام جعفر صادقؒ نے حسن مثنیٰ کی اولاد شریف (محمد بن عبداللہ محض) کی امامت نہیں تسلیم کی حالانکہ یہ لوگ اولادِ علی، عترت نبی و نسل بتول ہیں ان کی اطاعت نہ کرنا نبوی فرمان کا خلاف کرنا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کا مقتضیٰ ہے۔ جعفر صادق کا یہ خلاف کرنا کیسے جائز ہوا؟

۱۴۔ ابراہیم بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ ابن امام حسنؓ نے امام وقت جعفر صادق کی امامت نہ تسلیم کر کے روایت ہٰذا (ثقلین) کی کیسے مخالفت کر دی۔

حاصل یہ ہے کہ ان چودہ عدد "قرابت دارانِ رسول" اور عترت رسول" اور اہلبیت رسول" اولادِ علی" وآل بتول" نے ہی روایت ثقلین کے مجوزہ مفہوم کے ہمیشہ خلاف عمل در آمد کیا ہے اور انہوں نے اہلبیت و عترت کی اتباع کو لازم اور واجب نہیں قرار دیا بلکہ غیر اہلبیت کی اتباع کر ڈالی تو دوسری امت کو اس روایت پر عمل کی تلقین کرنا اور دعوت دینا کہاں تک صحیح اور درست ہے۔

ایک جملہ معترضہ

شیعہ دوستوں کی ایک کتاب "مصباح الظلم" ہے نواب امداد صاحب رئیس پٹنہ اس کے مصنف ہیں۔ مجتہدین لکھنو کی تصحیح و نگرانی کے ساتھ رام پور

میں نواب صاحب کے حکم سے طبع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اس چیز کو طنز کے طور پر بڑا دہرایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول (حسبنا کتاب اللہ جو روایت قرطاس میں وارد ہے) بڑی قوی تاثیر رکھتا تھا یہ جملہ پولیٹیکل دماغ کی پیداوار تھی اس قول نے حدیث ثقلین کو بیکار بنا دیا وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس کے بعد چند ایک حوالہ جات بلفظہٖ پیش کئے جاتے ہیں۔

۱- صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے خلاف ان تین چار لفظوں (حسبنا کتاب اللہ) نے ایک ایسی نئی اسلامی دنیا قائم کر دی ہے کہ آج تک بڑے زوروں کے ساتھ قائم ہے ہر چند حضرت رسولؐ کا قول بڑی تاکید سے خبر دیتا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کے قول بالا نے قول نبوی (ثقلین) پر اُمت کو عمل پیرا ہونے نہ دیا جس کے باعث ارشادِ نبوی ایک قولی حیثیت تک محدود رہ گیا ہے۔

۲- اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"یہ حدیث نبوی ڈیڈ لیٹر یعنی ایک مردہ قول کی طرح کتابوں میں حوالہ قلم پائی جاتی ہے اور اس سے زیادہ حیثیت کبھی اس کو حاصل نہیں رہی"۔

(مصباح الظلم صفحہ ۱۰ طبع اوّل)

۳- اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے اس قول (حسبنا کتاب اللہ) نے بڑی کامیابی پیدا کی اس قول نے عملی طور پر حدیث ثقلین کو باطل کر ڈالا۔

(مصباح الظلم صفحہ ۱۲ طبع اول)

(۴) امر واقعی یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کی پولیٹیکل قابلیت اپنا جواب نہیں رکھتی حضرت معاویہ بن ابی سفیان گو ایک بہت بڑے مدبر ذہین اور بطین بزرگ تھے مگر حضرت عمر بن الخطاب کے پولیٹیکل دماغ سے کوئی نسبت نہیں رکھتے تھے حضرت عمرؓ ہی کا کام تھا کہ صرف ایک مختصر قول (حسبنا کتاب اللہ) سے جناب رسول اللہؐ کی "حدیث ثقلین کو بے اثر کر دیا

(مصباح الظلم صفحہ ۱۹ طبع اول)

نوٹ: یہ سب چار حوالہ جات النجم لکھنؤ نمبر ۱۱-۱۲ جلد نمبر ۷، ص ۶۷-۶۸ المعروف الرابع من المائتین میں مفصل درج ہیں تفصیلات وہاں ملاحظہ ہوں۔

صاحب "مصباح الظلم" بیچارے صرف سیدنا فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ کی ذات پر یہ الزام ڈالنا چاہتے ہیں کہ ان کے قول حسبنا کتاب اللہ کی وجہ سے روایت ثقلین پر عمل درآمد متروک ہوگیا ہے۔ اور صرف اس قول نے روایت ہٰذا کو ڈیڈ لیٹر بنادیا ہے حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف امر ہے۔ جناب پہلے آپ ہاشمی خاندان، آل ابی طالب، اہل بیت رسول، آلِ بتول، اولادِ علی، حضرات سے دریافت کیجیے کہ روایت ثقلین کا (بقول شیعہ جو مفہوم و مقتضیٰ ہے) اس کے موافق انہوں نے کہاں تک عمل درآمد کیا ہے؟ کیا ان حضرات نے ہمیشہ اپنے اپنے دور میں وقت کے خلفاء کی بیعت کرکے روایت ہٰذا کو عملی طور پر بیکار اور بے اثر نہیں بنایا؟

انصاف یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول نے اس روایت کو مردہ قول نہیں بنادیا بلکہ ان ہاشمی حضرات مذکورین نے اپنے عمل اور کردار سے اس روایت کو ڈیڈ لیٹر کی حیثیت دیدی ہے۔

بصورتِ دیگر

اگر روایت ہٰذا (تارك فیكم) کے خطاب میں خود اہل بیت وعترت و قرابت دارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں تو ان پر کس کی اتباع اور کس کی اطاعت فرض ہے۔

اگر کہا جائے کتاب اللہ وسنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع اور تابعداری ان پر واجب ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کونسی روایت ہے کہ جس میں مخصوص اہلبیت وعترت نبوت کو خصوصی خطاب فرمایا گیا ہو اور دیگر امت کو وہاں مخاطب نہیں بنایا گیا برائے مہربانی ایسی روایت کی نشاندہی ہونی چاہیے۔

اگر کوئی صاحب اس باب میں یہ موقف اختیار کریں کہ کتاب اللہ (قرآن مجید) اہلبیت کے لیے کافی ہے۔ اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اطاعت اور تابعداری کے فرمان موجود ہیں تو ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں تو سب مسلمانوں کو خطاب عام کے ساتھ کتاب وسنّت کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں کسی مخصوص خاندان کے حق میں مخصوص حکم کا جاری ہونا مذکور نہیں ہے۔ فلہٰذا کسی ایسی روایت کو تلاش کرنا ہوگا۔ جس میں صرف خاندانِ نبوت کو ہی کتاب وسنّت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو۔

دوم

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ ان دوستوں کے نزدیک روایت ہٰذا میں اہلبیت سے مراد صرف بارہ ۱۲ امام ہیں جن کا عدد حضرت علیؓ سے شروع ہو کر امام مہدی پر ختم ہوتا ہے۔

۱- اب پہلے یہاں یہ دریافت کرنا ناموزون نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات اہل بیت سے کیوں خارج ہیں؟ حالانکہ اہلبیت کا اطلاق ازروئے لغتِ عرب زوجہ پر بالکل صحیح ہے اور ازروئے قرآن مجید بھی اہلبیت کا اطلاق زوجہ پر بالکل درست ہے جیسے سورۃ ہود بارہواں پارہ میں ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے ذکر میں فرمایا گیا ہے۔ (رحمۃ اللہ و برکاتہٗ علیکم اھل البیت) یہاں قطعی طور پر فریقین کے ہاں حضرت ابراہیم کی بیوی کو اہل البیت کہا گیا ہے۔ اور پارہ بیسواں سورۃ قصص کے پہلے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا قول مذکور ہے کہ (ھل ادلکم علی اھل بیت یکفلونہٗ لکم وھم لہٗ ناصحون) یہاں بھی حضرت موسیٰؑ کے والد عمران کی بیوی کو اہلبیت سے تعبیر کیا گیا ہے اور فریقین کے نزدیک ٹھیک ہے۔

جب ازروئے لغت عرب اور قرآن مجید کے اطلاقات کے موافق "ازواج

مطہرات " اہلبیت کے مفہوم میں داخل ہیں توان کو اہلبیت کے " اصلی معنی " اور " حقیقی مصداق " سے کیوں خارج کیا جائے۔

۲- دوسرا اشکال یہ درپیش ہوتا ہے کہ اگر اہلبیت سے مراد صرف بارہ ۱۲ امام لیے جاتے ہیں تو حضرت فاطمہؓ بھی اہلبیت سے خارج ہوتی ہیں۔ حالانکہ کون صاحب علم و دانش مسلمان ہے جو حضور کے اہلبیت سے آپ کی صاحبزادیوں کو بھی خارج قرار دے جب " بیبیاں " بھی اہلبیت سے خارج ہوں اور " لڑکیاں " بھی اہلبیت سے خارج ہوں تو کون اہلبیت رہ گیا؟ اور اگر داماد نبی اہل بیت میں شامل ہیں تو حضرت علی حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابوالعاص بن ربیع تینوں اہلبیت میں واجب الاتباع ہوں گے۔

۳- تیسری یہ گذارش ہے کہ اگر اہلبیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مراد ہے جیسا کہ روایت لہٰذا کے بعض طرق میں عترتی کے الفاظ وارد ہیں تو اس لحاظ سے ثقل اول کتاب اللہ ہے اور ثقل ثانی حضور علیہ السلام کی اولاد مبارک ہوئی پھر جتنی اولاد ہوئی اس روایت ثقلین کے مفہوم کے اعتبار سے تمام کی تمام واجب الاطاعت ہونی چاہیے۔ ایک قول کے تحت امام حسنؓ کے آٹھ صاحبزادے ہیں اور امام حسین کے بالاتفاق چھ لڑکے اور باختلاف گیارہ کی تعداد ہے۔ پھر ہر ایک کی اولاد در اولاد تا اس دور تک شمار کر لی جائے۔ اسی طرح امام زین العابدین کی اولاد دس یا گیارہ صاحب زادے ہیں۔ پھر ان میں ہر ایک کی اولاد تا اس زمانہ تک لحاظ کر لی جاتے۔ پھر امام محمد باقر کی اولاد پانچ عدد ہیں پھر ان کی اولاد در اولاد ہمیشہ کے لیے شمار کر لی جائے اور امام جعفر کے نو عدد بیٹے ہیں پھر ان کی اولاد تا زمانہ حال گن لی جائے۔ علی ہٰذالقیاس امام حسنؓ عسکری کی اولاد تک اسی طرح تمام نسل در نسل کا حساب لگایا جائے یہ اولاد جو سیدہ خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسب شریف

سے ہے یہ سب عترت رسول اور آل بتول ہے روایت ہٰذا کے مفہوم کے اعتبار سے بتمامہا واجب الاطاعت ٹھہرتی ہے۔

اگر عترت واجب التمسک اور واجب الاطاعت ہے تو سب کی سب ہے۔ اگر عترت کی تابعداری لازم نہیں ہے تو تمام کی نہیں ہے۔ اثنا عشر یعنی بارہ عدد کی تخصیص وتعیین کے لیے کون سی نص قطعی موجود ہے؟؟ اگر اس تخصیص کی خاطر کوئی نص نہیں مل سکتی تو اہل بیت سے اثنا عشر مراد لینا سراسر سینہ زوری ہے اور ادعاء بلا دلیل ہے۔

سوم

روایت کے مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب اللہ اور اہلبیت دونوں لوگوں کے سامنے قیامت تک موجود رہیں گے تاکہ لوگ کتاب اللہ پر عمل درآمد کر کے اہل اہلبیت سے محبت وولایت رکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو پورا کر سکیں مگر شیعی مسلمات کے اعتبار سے یہ دونوں چیزیں لوگوں کے درمیان سے مدتوں سے غائب ہیں۔ قرآن مجید ے کر ۲۶۹ھ میں امام صاحب ان کے گمان موافق غار سر من رائے میں غائب ہو گئے ہیں اب ۱۳۸۳ھ ہے مدۃ غیبوبتہ کا حساب لگا لیا جائے بنا بریں حالات اب پیغمبر کی تاکیدی نصیحت اور وصیت کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کے ہاں کیا صورت ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا!

چہارم

ان دوستوں نے روایت ثقلین کا جو مطلب تجویز کیا ہے وہ اگر صحیح ہے تو اہل اسلام کے لیے واجب التمسک اور واجب الاتباع صرف دو چیزیں ٹھہرتی ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری اہلبیت اور "سنت نبوی" کا واجب الاتباع ہونا مسلمانوں کے لیے ضروری نہیں رہتا حالانکہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک "کتاب وسنت" کا حجت شرعی ہونا بداہتہً مسلم ہے۔ نیز سنت نبوی کی "حجیت" سے انکار کرنا تو

شیعی روایات کے اعتبار سے بھی درست نہیں چنانچہ ہم شیعہ کی ان روایات کو جو سنّت نبوی کی مویدات میں وارد ہیں جمع کر کے رسالہ ہٰذا کے حصہ ثانی میں پیش کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

پنجم

نیز یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ ان دوستوں کے ہاں عترت واہل بیت کا واجب الاتباع ہونا منصوص من اللہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ روایت ثقلین کی وجہ سے پھر روایت ہٰذا سے استدلال کرنا بیکار رہے گا۔

Www.Ahlehaq.Com

حدیث ثقلین

حصۂ ثانی

حامدًا و مصلّیا و مسلّماً

رسالہٰذا کی ابتدامیں ہم نے ذکر کیا تھا کہ جمہور علماء اہل السنتہ والجماعتہ کے نزدیک اطاعت صرف کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی علی الاطلاق واجب اور لازم ہے۔ اس کے بغیر جن جن لوگوں کی اتباع اسلام میں لازم ہے وہ کتاب وسُنّت کے فرمان کے تحت ہے۔ مستقل طور پر کسی کی اتباع واجب نہیں ہے مسلمان حاکم کی اطاعت ہو یا والدین کی تابعداری یا اکابر اُمّت وعلماء دین کی فرمانبرداری وغیرہ وغیرہ یہ سب کتاب وسُنّت کی روشنی میں لازم ہیں۔ اور ان کی پیروی معروف و بہترامر میں ہوگی " معصیتہ "، یا کتاب وسنّت کی مخالفت میں نہ ہوگی۔ یہ اصول ہمارے ہاں مسلم ہے۔

اور شیعہ احباب نے اس کے خلاف یہ اصول قائم کر رکھا ہے کہ ان کے نزدیک اہل بیت عترت رسولؐ کی اطاعت بھی غیر مشروط اور مستقل طور پر کتاب اللہ کی طرح لازم ہے۔ اسلام میں جیسے کتاب اللہ "حجت شرعی" ہے۔ ٹھیک اسی طرح ان کے نزدیک "اہل بیت" بھی علی الاطلاق "حجت شرعی" ہیں۔ بلکہ ان ائمہ کرام کے لیے یہ حضرات پوری صراحت سے 'حجت' کا لقب اختیار کرتے ہیں اصول کافی کا طویل باب "کتاب الحجۃ" ہمارے اس بیان کا شاہد عادل ہے۔ ان حضرات کے ہاں ان دونوں (کتاب اللہ و اہلبیت) میں واجب الاتباع ہونے اور معصوم ہونے

کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر مجمع البیان ابو علی طبرسی صفحہ ۲۲۹ طبع ایران تحت آیتہ اولی الامر منکم و تفسیر صافی از ملا محسن کاشی)

اس مسئلہ میں ان بزرگوں کی سب سے وزنی دلیل اور انتہائی قوی حجت وہ روایت ثقلین ہے جس کی تفصیل بحث حصہ اول میں کر دی گئی ہے۔ یہ روایت متواتر یا مشہور تو کچھ بھی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس کے اکثر و بیشتر طرق مجروح پائے گئے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ خبر واحد ہے اور وہ جس درجہ کی ہے وہ اپنی جگہ واضح ہے۔ مسلم اور اس کی ہم الفاظ روایت کے سوا دیگر طرق کو متعدد علماء نے "منکر اور ضعیف" کہا ہے اور جس دعوے کے اثبات کی خاطر اس کو بنیاد قرار دیا جاتا ہے اسے ہرگز ثابت نہیں کرتی۔ دعوے کچھ ہے اور اس پر جو دلیل لائی گئی ہے اس کی حقیقت اس مشہور مثل سے زیادہ نہیں کہ "سوال گندم اور جواب چنا" ہمارے دوستوں کی روایت ثقلین کے استدلال کی بعینہٖ یہی نوعیت ہے۔"

اب اس مقام میں جمہور اہل السنّت کے قاعدہ مذکورہ کے دلائل کی تفصیلات پیش کرنے کا قصد ہے اللہ کریم تکمیل کی توفیق عنایت فرماویں۔ اصل مبحث سے پیشتر چند تشریحات ذکر کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تشریح

(۱)

واضح رہے کہ اس مسئلہ کے اثبات کی خاطر سب سے پہلے ہم قرآن مجید کی بارہ عدد آیات سے استدلال کریں گے۔ اور یہ استدلال اپنے مقام میں صریح اور واضح ہوگا۔ کسی استنباط اور استخراج کی حاجت نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی روایت ملا کر دلیل مکمل کرنے کی صورت پیش آئے گی جیسا کہ ہمارے دوستوں کے استدلالات قرآنی ہوا کرتے ہیں کہ ایک روایت صحیح یا غیر صحیح ساتھ ملانے کے بغیر دلیل کا کوئی

جزو مرتب نہیں ہو سکتا۔ یہ حضرات اسی کو استدلال قرآنی کہہ دیا کرتے ہیں۔ گو واقعہ میں وہ صرف استدلال بالروایت ہوتا ہے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ اس مسئلہ میں اہل السنۃ کا اصل استدلال تو آیات قرآنی سے مربوط ہے۔ لیکن حضور سید الثقلین، امام القبلتین، نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ بھی اس مضمون کی تاکید و تائید کے لیے ہم پیش کیا کرتے ہیں۔ چونکہ ان احادیث نبوی کی رو سے آیات قرآنی کے مطالب کی تشریح اور توضیح مزید ہو جاتی ہے اس لیے اس اعتبار سے مقام استدلال میں ان روایات کو پیش کرنا بھی نہایت مفید ہے۔

(۳)

اس مسئلہ کے لیے کہ اسلام میں مسلمانوں پر بالاستقلال صرف دو چیزوں کی اتباع لازم ہے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری حضور نبی کریم کی سنت مقدسہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ان کے سوا مستقل طور پر کسی کی اطاعت واجب نہیں۔ فی الحال ہم بارہ (اثناعشر) حدیثیں پیش کریں گے چونکہ اثناعشر کے مبارک عدد کے ساتھ ہمارے دوستوں کو بدعوائے خویش بہت عقیدت ہے۔ اس لیے موزوں یہی ہے کہ جیسے قرآنی آیات بارہ عدد یہاں مقام استدلال میں پیش ہوں گی اسی طرح احادیث بھی بارہ عدد ہی پیش خدمت کی جائیں گی۔

(۴)

نیز یہ چیز ذہن نشین رہے کہ اس مقام میں بارہ عدد احادیث جو ہم پیش کر رہے ہیں۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کو ایک مشہور اور واضح وصیت ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک

ان ہر دو کے ساتھ تمسک کروگے گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب اور سُنّت نبی ہیں"
محدثین میں یہ متداول حدیث ہے۔ بڑے بڑے اکابر علماء حدیث نے اس کی تخریج کی ہے۔ چنانچہ ہم ناظرین کرام کی سہولت کی خاطر ان مخرجین علماء کی ایک اجمالی فہرست یہاں درج کر دیتے ہیں۔

۱۔ امام مالکؒ ـــــــــــــــ	متوفی	۱۷۹ھ
۲۔ ابن ہشام صاحب سیرۃ ـــــــــ	"	۲۸۱ھ
۳۔ ابن ابی الدنیا ـــــــــــ	"	۲۱۸ھ
۴۔ ابن جریر طبری ـــــــــــ	"	۳۱۰ھ
۵۔ الدار قطنی ـــــــــــــ	"	۳۸۵ھ
۶۔ الحاکم نیسا پوری ـــــــــ	"	۴۰۵ھ
۷۔ ابونعیم اصفہانی ـــــــــ	"	۴۳۰ھ
۸۔ ابوالنصر السجزی ـــــــــ	"	۴۴۴ھ
۹۔ البیہقی ـــــــــــــــ	"	۴۵۸ھ
۱۰۔ ابن عبدالبر ـــــــــــ	"	۴۶۳ھ
۱۱۔ ابن حزم (الاحکام فی اصول الاحکام)	"	۴۵۶ھ
۱۲۔ خطیب بغدادی (الفقیہ والمتفقہ)	"	۴۶۳ھ
۱۳۔ کتاب السنۃ (محمد بن نصر المروزی)	"	۲۹۴ھ

ان کبار علماء نے اس روایت کو اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ان محدثین کے الفاظ میں پوری حدیث تحریر کی جارہی ہے۔

(۵)

یہاں یہ گزارش کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ مذکورہ روایت کے بیان کرنے والے علماء کی جو ہم نے فہرست درج کی ہے یہ تمام علماء خود صاحب اسناد ہیں۔

دوسرے محدثین سے نقل درنقل کرنے والے علماء نہیں۔ پھر ان لوگوں سے اس روایت کو نقل کرنے والے علماء بے شمار ہیں۔ بے حد مصنفین اور شارحین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ہر قرن میں ہر دور میں یہ نقل جاری رہی ہے لیکن ہم نے نقل درنقل کرنے والے علماء مؤلفین کے حوالہ جات کو قصداً جمع نہیں کیا اس لیے کہ اس روش سے تصنیف ہذا کا حجم ضخیم کرنے کے لئے حوالہ جات کی کثرت تو پیدا ہو سکے گی لیکن کثرت اسانید نہیں حاصل ہوگی۔ جو اصل مقصد میں مفید ہے بنابریں ہم نے یہ بے اصولی طرز ہی اختیار نہیں کی۔ ہیچوں قسم کی بے اصولیاں اور بے قاعدگیاں دوسرے دوستوں کو مبارک ہوں جیسا کہ "عبقات الانوار" میں اس کی ضخامت بڑھانے کے لیے بہت کچھ بے فائدہ مواد فراہم کیا گیا ہے۔ جس میں نقل درنقل اندوختہ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہے۔

(۶)

اب اصل مسئلہ کے دلائل ہم شروع کرتے ہیں اولاً اللہ کی کتاب سے دلائل ذکر ہوں گے وہ بارہ عدد آیات قرآنی ہیں اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سے دلائل تحریر کئے جائیں گے۔ وہ بھی بارہ عدد احادیث ہیں۔ پھر اثنا عشریوں کی کتابوں سے ائمہ کرام کے فرمودات اصل مسئلہ پر بطور تاکید پیش کئے جائیں گے۔ وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ بارہ ۱۲ عدد ہیں۔ تاکہ دوستوں کو اثنا عشر کے عدد سے قلبی استراحت حاصل رہے

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

!!!

کتاب اللہ سے استدلال

قرآن مجید میں جہاں اللہ جل مجدہٗ کی اطاعت کا ذکر فرمایا گیا ہے - وہاں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل اطاعت کا ذکر بھی ساتھ ساتھ موجود ہے اور ان ہر دو اطاعت کا متصلاً ذکر قرآن مجید میں قریبؔ انیس مقامات میں پایا گیا ہے پھر ان مقامات میں سے خاص وہ مقام جہاں صیغۂ امر کے ساتھ اطاعت کا حکم فرمایا ہے وہ حسنِ اتفاق سے اثنا عشر مقام ہیں۔

پھر ان اثنا عشر مواضع میں سے ایک جگہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد اولو الامر کی اتباع کا حکم بھی بیان فرمایا گیا ہے - عنقریب آیتہ ہٰذا کی بقدر ضرورت تشریح باقی آیات کے آخر میں درج ہوگی اور یہ چیز بھی مسلمات میں سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن مجید کی اطاعت کی جائے اور اس کے ساتھ تمسک کیا جائے اور رسولؐ کی اطاعت کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت "طیبہ" کو اخذ کیا جائے اور اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

(۱) قال فی روح المعانی فان المراد باطاعۃ اللّٰہ العمل بالکتاب وباطاعۃ الرسول بالعمل بالسنۃ (روح المعانی صلا جلد ۵)

(۲) حضرت علیؓ کا جو فرمان نہج البلاغۃ صفحہ ۲۴ جلد ۲ میں وارد ہے وہاں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے - آئندہ شیعی مسلمات کے ماتحت یہ فرمان مرتضوی بھی نمبر ۴ چہارم میں مندرج ہوگا - انشاءاللہ تعالیٰ۔

اب ذیل میں وہ آیات ملاحظہ ہوں جن میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کا بعینہٖ حکم صادر فرمایا گیا ہے۔

؛؛؛

آیت اوّل

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین۔ (سورۂ آل عمران رکوع چہارم پارہ سوم)

"یعنی آپ فرما دیجیے کہ تم اطاعت کرو اللہ تعالےٰ کی اور رسولؐ کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعہ ان کافروں سے محبت نہیں کرتے۔"

آیت دوم

واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون

(سورہ آل عمران رکوع چہاردہم پارہ چہارم

یعنی اور طاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی امید ہے تم رحم کئے جاؤ گے۔"

آیت سوم

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین۔

(سورہ المائدہ رکوع ۱۲ پارہ ہفتم)

یعنی "اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور بچتے رہو۔ پھر اگر تم اعراض کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسولؐ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر۔"

آیت چہارم

فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین۔ (سورۂ انفال رکوع یکم پارہ نہم)

"یعنی سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔"

آیت پنجم

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و رسولہٗ ولا تولوا
عنہ و انتم تسمعون۔ (سورۃ انفال رکوع سوم پارہ نہم)

"یعنی اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اور اس کے کہا ماننے سے روگردانی مت کرو سن کر۔"

آیت ششم

واطیعوا اللہ ورسولہٗ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب
ریحکم۔ (سورۃ انفال رکوع ششم پارہ دہم)

یعنی "اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

آیت ہفتم

قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ
ماحمل وعلیکم ماحملتم۔ (سورۃ نور رکوع ہفتم پارہ ۱۸ اٹھارہم)

"آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو اس رسولؐ کی پھر اگر تم لوگ روگردانی کروگے تو رسول کے ذمہ وہ ہے۔ جس کا ان پر بار رکھا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا۔

آیت ہشتم

واقمن الصلوۃ واٰتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہٗ
واللہ خبیر بما تعملون۔ (سورۃ احزاب رکوع چہارم پارہ بست دوم ۲۲)

یعنی "اے پیغمبر کی بیبیو! تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔"

آیت نہم

یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم۔ (سورۃ محمد رکوع ۴ پارہ ۲۶ بست وششم)

"اے ایمان والو! اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔"

آیت دہم

فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا اللّٰہ ورسولہ واللّٰہ خبیر بما تعملون۔ (سورۃ مجادلہ رکوع ۲ پارہ ۲۸ بست وہشتم)

"پس قائم رکھو نماز اور زکوٰۃ دیا کرو اور اطاعت کرو اللّٰہ کی اور اس کے رسول کی اللّٰہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

آیت یازدہم

واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علیٰ رسولنا البلٰغ المبین۔ (سورۃ تغابن رکوع دوم پارہ ۲۸)

"اور اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کرو پھر اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسولؐ کے ذمہ پہنچا دینا ہے۔"

یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔

(سورۃ النساء رکوع ہشتم پارہ پنجم)

"اے ایمان والو! تم اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور تم اس کے رسولؐ کی

اطاعت کرو اور اولوالامر کی جو تم میں سے ہوں پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر تم اللہ کے ساتھ اور روز آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہو۔ یہ امر بہتر ہے اور باعتبار انجام کے خوش تر ہے۔

؛؛؛

ان تمام آیات قرآنی میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا گیا ہے کہ اسلام میں مستقل اطاعت صرف اللہ جل مجدہٗ کی ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے اور حضورؐ کے وصال کے بعد آپ کی "سنت مقدسہ" کی اطاعت واجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی امر کے لیے ایک اشارہ بھی کافی ہے اور یہاں مقصد ہذا کی خاطر تو مکمل بارہ عدد اوامر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اب غور کا مقام ہے کہ قرآن مجید کے ان تمام مواضع میں جہاں جہاں خدا و رسول کی اطاعت کا مسئلہ ذکر ہوا ہے۔ کہیں ایک جگہ بھی اہلبیت اور عترت کی اطاعت کا ذکر نہیں ملتا۔ (خواہ بالاستقلال ان کی اطاعت مراد لی جائے خواہ بالتبع ہو) تو معاملہ بالکل واضح ہو گیا کہ اہل بیت وعترت کی اطاعت کا مسئلہ قرآن مجید میں کسی ایک مقام میں بھی مذکور نہیں۔ البتہ کسی روایت سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے تو الگ بات ہے۔

اب یہ چیز قابل وضاحت ہے کہ قرآن مجید کی آیت ہذا (سورۃ نساء رکوع ہشتم پارہ پنجم) میں جو اولوالامر کی اطاعت کا حکم موجود ہے۔

۱۔ یہاں اولوالامر کا مفہوم کیا ہے؟

۲۔ اس مقام میں اولوالامر سے کون مراد ہیں۔

۳۔ اگر یہاں دوستوں کے مقتضیٰ کے موافق اولوالامر سے مراد "ائمہ اثنا عشر" ہوں تو کیا یہ معنی درست ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

یہ چند چیزیں قابلِ تفصیل ہیں۔ ذیل میں ان کی بقدر ضرورت تفصیلات عرض

کی جاتی ہیں۔

۱- پہلی گذارش یہ ہے کہ لفظ اولو جمع من غیر لفظہٖ ذو کی ہے۔ مذکر میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اولوالعلم، اولوالفضل اور "اولات" جمع مؤنث کے لیے مستعمل ہے اور یہ جمع بھی من غیر لفظہٖ ہے۔ جب ذات کی جمع لانے کی ضرورت ہو تو اولات لایا کرتے ہیں جیسے "اولات الاحمال" (مختار الصحاح) اور امر کے معنی شی اور حکم کے ہوتے ہیں اولوالامر یعنی حکم والا" صاحب حکم۔

۲- دوسری چیز یہ ہے کہ آیت ہذا میں اولوالامر سے مراد جمہور اہل السنت کے نزدیک مسلمان حکام و مسلمان امراء ہیں اور اسلام کی شرط لفظ منکم سے خوب واضح ہے۔ بعض اہل العلم کے نزدیک علماء دین بھی اس سے مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ اسی سورت کے گیارہویں رکوع میں بڑے بڑے اہل علم صحابہ پر اولوالامر کا اطلاق پایا گیا ہے۔

واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (سورۂ نساء رکوع ۱۱ پارہ ۵)

یعنی ان لوگوں کو کسی بات کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن کی ہو یا خوف کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اگر یہ لوگ اس کو رسول کی طرف لوٹا دیتے اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں تو اس کو وہ پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔

بہر کیف مسلمان حکام و امراء ہوں یا علماء دین ہوں ان کی تعداد مقررہ نہیں ہے اور نہ کسی خاص قبیلہ و خاندان کے لوگ مراد ہیں۔ جو بھی مسلمان امراء ہوں یا علماء ہوں۔ ان کی اطاعت کتاب و سنت کی روشنی میں لازم ہے اور یہ مضمون حدیث

شریف میں بھی وارد ہے فرمایا کہ :

ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصا امیری فقد عصانی (مسلم)

وعلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی عوام میں بہت مشہور ہے ۔

یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی ۔"

دوسری جگہ ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں ۔"

یعنی جس کی قدر و منزلت اور ان کا مقام قوم میں وہی ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل کا تھا ۔

اب قرآن وحدیث کی اس تعمیم میں حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار اور آپ کی اولاد سب شامل ہے ۔ آپ کے اقارب یا اولاد میں کوئی حاکم یا امیر جس دور میں ہو اس کی تابعداری لازم ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان شریف کے علماء دین کی فرمانبرداری بھی لازم ہے جیسا کہ ان کے ماسوا علماء و احکام کی اتباع واجب ہے ۔ مگر مسلمان حاکم اور عالم دین کی اس اتباع کے ساتھ یہ شرط ہمیشہ ملحوظ ہے کہ ان کی اطاعت میں کتاب و سُنّت کی نافرمانی نہ پائی جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ :

لاطاعة لمخلوقٍ فی معصیة الخالق، و انما الطاعة فی المعروف

یعنی مخلوق کی اس چیز میں اطاعت نہ کی جائے جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو ۔ اور تابعداری صرف بہتر کام میں جائز ہے ۔ ان کے ہر کام کی غیر مشروط اتباع ہرگز نہ کی جائے گی ۔

مشاہیر علماء اور مصنفین نے اپنی تصانیف میں اس شرط کو بطور قاعدہ کے مندرج کیا ہے ۔ فرماتے ہیں :

(۱) ثم ان وجوب الطاعة لهم ما داموا علی الحق فلا یجب طاعتهم فیما خالف الشرع ۔ (روح المعانی صفحہ ۶۶ جلد ۵)

(۲) وکذالك حکمهم بعد النبی صلی علیه وسلم فی لزوم اتباعهم وطاعتهم مالم تکن معصیة۔

(احکام القرآن صفحہ ۲۵۸ جلد ۲ تحت باب فی طاعة اولی الامر)

حاصل یہ ہے کہ حکام جب تک حق پر رہیں ان کی تابعداری لازم ہے۔ جس بات میں وہ خلاف شرع کر ڈالیں۔ اس میں ان کی کچھ اطاعت واجب نہیں۔

نیز قرآن مجید کی اس آیت میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اولوالامر کی اطاعت اور اللہ ورسول کی اطاعت میں فرق ہے اس لیے کہ اللہ ورسولؐ کی اطاعت کے لیے اطیعوا کا صیغہ مستقل طور پر الگ الگ دو دفعہ لایا گیا ہے اور اولوالامر کی اطاعت کو عطف کے ذریعہ رسول کی اطاعت کے ضمن میں درج کیا گیا ہے۔ ان کے لیے اطیعوا کا صیغہ باوجود دوسرے نمبر پر الگ لائے جانے کے یہاں تیسری دفعہ الگ نہیں لایا گیا۔ اس اسلوب سے معلوم ہوا کہ اللہ ورسول کی اطاعت اور اولوالامر کی طاعت میں بین فرق ہے۔

۳۔ تیسری یہ چیز ہے کہ شیعہ احباب کا گمان ہے کہ اولوالامر سے مراد ائمہ اثنا عشر ہیں ان کی مشہور تفسیر مجمع البیان ابو علی طبرسی میں آیت ہذا کے تحت مندرج ہے کہ:۔

واما اصحابنا فانهم رووا عن الباقر والصادق ان اولی الامرهم الائمة من آل محمد اوجب الله طاعتهم بالاطلاق کما اوجب طاعته وطاعة رسوله (مجمع البیان طبرسی صفحہ ۲۶۹ تحت الآیة اولی الامر)

یعنی ہمارے علماء نے امام باقر اور جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ تحقیق "اولوالامر" یہی آل محمد کے ائمہ ہیں۔ ان کی اطاعت اللہ نے مطلقاً واجب کر دی ہے جیسے اس نے اپنی اطاعت اور اپنے رسولؐ کی واجب کی ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس صورت میں آیت مندرجہ کا معنی صحیح ہے یا نہیں؟

آیت ہٰذا میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطالب ہرگز درست نہیں۔

(۱)

اول بات تو یہ ہے کہ شیعہ دوست "اولوالامر" سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ مراد لیتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے واحد امام ہیں پھر ان کے بعد امام حسنؓ بن علی المرتضیٰ اپنے زمانہ کے واحد امام ہیں پھر ان کے بعد امام حسینؓ زمانہ میں واحد امام ہیں ہکذا آخر تک۔ اور اولوالامر جمع کا صیغہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حمل الجمع علی الفرد خلاف الظاہر یعنی جمع کے کلمہ کو واحد پر حمل کرنا (اگر کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو تو) ظاہر کے خلاف ہے اگر اس عبارت سے مراد ایک شخص ہے تو جمع کے صیغہ کے بجائے واحد کا صیغہ کے استعمال ہونا چاہیے۔ اس وجہ سے ان کا معنی تجویز کردہ صحیح نہیں ہے۔

۱۔ احکام القرآن جصاص صفحہ ۲۵۸ ج ۲ تحت الآیتہ۔ اولی الامر

۲۔ تفسیر کبیر رازی صفحہ ۳۵۹ جلد ۳ تحت آیتہ۔ اولی الامر

(۲)

دوم یہ چیز ہے کہ اگر آیت ہٰذا میں "اولوالامر" سے مراد امام معصوم مفترض الطاعۃ مراد لیا جائے تو یہ مفہوم نسق آیت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل درست نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا گیا ہے اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں تنازعہ ہو جائے تو اس کے فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ اس معاملہ کو صرف اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس متنازعہ فیہ معاملہ کو امام کی طرف بھی لوٹایا جائے۔ اگر یہاں اولوالامر سے مراد امام معصوم، مفترض الطاعۃ (جس کی تابعداری واجب ہو) تو عند التنازع فردوہ الی الامام یا فردوہ الیٰ اولی الامر کی تصریح چاہیے تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اولی الامر سے ائمہ اثنا عشر مراد لینا ہرگز درست نہیں ہے۔ (احکام القرآن جصاص وتفسیر کبیر رازی تحت آیتہ ہٰذا)

(۳)

سوم یہ عرض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اولوالامر کی تابعداری کے لیے لوگ مامور تھے اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؓ امام نہیں تھے تو یقیناً معلوم ہوا کہ اس عہد نبوت کے دور میں اولوالامر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء تھے جن کی اطاعت و تابعداری لوگوں پر واجب تھی بشرطیکہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔

(احکام القرآن جصاص تحت الآیۃ)

(۴)

چہارم یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے۔ اولوالامر معصوم نہیں ہوں گے وجہ یہ ہے کہ کسی "معصوم شخصیت" کا خلاف کرنا اور اس سے کسی معاملہ میں تنازع کرنا بالکل روا نہیں جیسے پیغمبر اور رسولؐ کی ذات کے ساتھ خلاف و تنازعہ ناجائز ہے یہاں بھی اسی طرح ہوتا لیکن یہاں تو ارشاد ہے

یعنی اولوالامر اور تمہارا کسی بات میں تنازعہ ہو جائے تو کتاب اللہ اور سُنّت رسولؐ کی طرف رجوع کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ ان سے کسی مرحلہ پر تنازعہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر اولوالامر معصوم علی الاطلاق اور واجب الطاعۃ ہوتے تو ان کے ساتھ تنازعہ اور خلاف کرنے کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔

اِن چیزوں میں غور و فکر کرنے سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آیت ہذا کا معنیٰ اور مفہوم وہی صحیح ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ نے پیش کیا ہے اور جو شیعہ دوستوں نے یہاں بارہ امام معصوم واجب الطاعت مراد لے رکھے ہیں۔ یہ کسی صورت میں درست نہیں۔

سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے استدلال

ذیل میں چند احادیث اس مسئلہ کی خاطر بطور استدلال پیش کی جا رہی ہیں ان میں کتاب وسنت کی اطاعت وتابعداری کا مفہوم بالتصریح موجود ہے۔ ضمناً و استطراداً نہیں۔ اب ان احادیث کو درج کیا جاتا ہے۔

روایت اوّل　　　موطا امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ

قال مالك انهٗ بلغهٗ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه۔

(۱) موطا مالک صفحہ ۳۶۳ باب النہی عن القول فی القدر طبع مجتبائی

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم الظاہری صفحہ ۱۰۷۵ الجزء الثامن الفصل الاوّل طبع جدید مصری)

یعنی مالکؒ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں کو پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ کی کتاب ہے دوسری اس کے نبی کی سنت ہے۔

فائدہ: یہاں یہ ذکر کرنا منفعت سے خالی نہیں ہے کہ روایت مذکورہ مرسل ہے اور "مرسلات" و "بلاغیات" مالک مقبول ہیں۔

۱- امام مالکؒ کے متعلق ترمذی کتاب العلل صفحہ ۲۳۹ میں مندرج ہے کہ:

قال علی بن عبد الله قلت ليحيیٰ مرسلات مالك؟ قال هی احب الیّ ثم قال يحيیٰ ليس فی القوم احد اصح حديثاً من مالكؒ۔

یعنی علی بن عبد اللہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ سے مالکؒ کی مرسل روایات

کے متعلق گفتگو کی۔ یحییٰ نے کہا کہ یہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ اور قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مالک سے زیادہ صحیح حدیث رکھتا ہو۔

۲۔ اور حنفیہ کے ہاں مرسل روایات نیز معتبر ہیں چنانچہ "توضیح وتلویح" (الرکن الثانی فصل فی الانقطاع) میں لکھا ہے کہ:

فمرسل الصحابی مقبول بالاجماع ومرسل القرن الثانی والثالث یقبل عندنا وعند مالك۔

یعنی صحابی کی مرسل روایات تو بالاجماع مقبول ہے اور تابعین و تبع تابعین کی مرسل روایات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مقبول ہیں۔

تنبیہ: حافظ ابن عبدالبر نے اپنی تصنیف "تجرید التمهید" میں موطا کی حدیث مندرجہ بالا کے متعلق یہ تحقیق لکھی ہے کہ:

هذا حديث محفوظ مشهور عن النبی صلی اللہ علیه وسلم عند اهل العلم شهرة یکاد یستغنی بها عن الاسناد وقد ذکرناه مسنداً فی کتاب التمهید۔

(تجرید التمهید لابن عبدالبر صفحہ ۲۵۱ طبع مصر)

یعنی اہل علم کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث محفوظ و مشہور چلی آرہی ہے اور اتنی قدر اس کو شہرت حاصل ہے کہ اسناد کے ذکر سے مستغنی ہونے کے قریب ہوگئی ہے۔

اب ناظرین کرام کے افادہ کے لیے حافظ ابن عبدالبر کی اصل کتاب (التمهید۔ قلمی) سے دو عدد روایات نقل کی جاتی ہیں جن کا اسناد اصل کتاب میں موجود ہے یہاں اختصار کے پیش نظر صرف متن درج کیا جاتا ہے امام مالکؒ کی مرسل روایت کی تائید میں ابن عبدالبر نے دو عدد مرفوع روایات اس مقام میں نقل کی ہیں وہ پیش خدمت ہیں:

اوّل . . . . عن ابی صالح عن ابی هریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خلفت فیکم
اثنتین لم تضلوا بعد ھما کتاب اللہ وسنتی۔

{ (کتاب التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ص ۱۵۱ ج ۶
(قلمی) پیر جھنڈا سندھ لابن عبد البر تحت البلاغیات۔ }

یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
نے دو چیزیں تم میں پیچھے چھوڑی ہیں۔ ان کے (تمسک کے) بعد تم ہرگز نہ گمراہ ہوگے۔
وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

دوم . . . . عن کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ
عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما
کتاب اللہ وسنۃ نبیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

{ (کتاب التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ص ۱۵۱: ج ۶۔
(قلمی) پیر جھنڈا سندھ تحتی کلاں تحت بلاغات امام مالکؒ۔ }

یعنی عمرو بن عوف صحابی کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میں نے تم میں دو (چیزیں) چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کے ساتھ تمسک کروگے
تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

روایت دوم (سیرۃ ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ)

عن ابی سعید الخدریؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فاعقلوا ایھا الناس قولی فانی قد بلغت وقد ترکت
فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابداً امراً بیناً

كتاب الله وسنّت نبيّه" ۔ (سيرة ابن هشام خطبة حجة الوداع)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ اے لوگو میری بات کو سمجھو تحقیق میں نے دین کی تبلیغ کی اور میں نے تم لوگوں میں وہ واضح روشن چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کو اخذ کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے وہ اللہ کی کتاب ہے اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

روایت سوم

(ابن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ)

"اخرج ابن ابی الدنیا عن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی توفی فیہ ونحن فی صلاۃ الغداۃ فقال انی ترکت فیکم کتاب اللہ عزّوجلّ وسنتی فاستنطقوا القرآن بسنتی فانہ لن تعمی ابصارکم ولن تزل اقدمکم ولن تقصر ایدیکم ما اخذتم بھما۔"

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس مرض میں فوت ہوئے ہیں۔ اس میں ہمارے پاس تشریف لائے ہم صبح کی نماز میں تھے۔ فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنی سُنّت چھوڑی ہے پس قرآن کی تشریح میری سُنّت کے ذریعے کرو تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی اور تمہارے قدم نہ پھسلیں گے اور تمہارے ہاتھ کوتاہی نہ کریں گے جب تک تم لوگ کتاب و سنّت کو اخذ کئے رکھو گے۔

۱۔ { الصواعق المحرقہ لابن حجر فضائل علی المرتضیٰ الفصل الثانی تحت حدیث الاربعین صفحہ ۷۵ بحوالہ ابن ابی الدنیا }

۲۔ { روایت ابذ الخطیب بغدادی نے اپنے اسناد کے ساتھ "کتاب الفقیہ والمتفقہ" صفحہ ۹۴ جلد اوّل طبع سعودی عرب میں تحت "ذکر الخبر بان السنۃ الانفارق الکتاب" بہ تفصیل درج کیا ہے }

روایت چہارم (ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ)

طبری نے ابن ابی نجیح سے اپنے اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ:

". . . ایہا الناس اسمعوا قولی فانی قد بلغت وترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابداً کتاب اللہ وسنۃ نبیہ"

"اے لوگو! میری بات سنو۔ تحقیق میں نے تبلیغ کی اور میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کے ساتھ تمسک کروگے۔ ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے اور نبی کی سُنّت ہے"

(تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری خطبہ حجۃ الوداع صفحہ ۱۲۹ جلد ۳)

روایت پنجم (الدار قطنی متوفی ۳۸۵ھ)

مشہور محدث دار قطنی نے اپنے مکمل اسناد کے ساتھ السنن للدار قطنی میں اس کو درج کیا ہے:

". . . عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما کتاب اللہ وسنتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض"

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں اپنے بعد چھوڑی ہیں ان کو اخذ کرنے کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنّت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے نہ جدا ہوں گی۔ حتّٰی کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں۔

۱- (السنن للدار قطنی صفحہ ۵۲۹ مطبع انصاری دہلی)
۲- (روایت ہذا کو خطیب بغدادی نے اپنے اسناد کے ساتھ کتاب الفقیہ والمتفقیہ صفحہ ۹۴ جلد اول پر تحت ذکر الخبر بان السنۃ لاتفرق الکتاب میں بہ تفصیل درج کیا ہے)

روایت ششم (مستدرک حاکم متوفی ۴۰۵ھ)

"عن ابن عباس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فی حجۃ الوداع فقال یئس الشیطان بان یعبد بارضکم ولکنہ رضی ان یطاع فی ما سوا ذالک مما تحاقرون من اعمالکم فاحذروا ایہا الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدًا کتاب اللہ وسنۃ نبیہ۔"

ابن عباس رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حجۃ الوداع میں خطبہ دیا۔ فرمایا کہ اس بات سے تو شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ تمہاری زمین میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ پسند کرتا ہے کہ اس عبادت کے بغیر تمہارے اعمال کو حقیر جانتے کی صورت میں اس کی اطاعت کی جائے۔ لوگو! خوف کرنا میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑتا ہوں اگر اس کے ساتھ اخذ اور تمسک کرو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

۱- (مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۹۳ طبع دکن باب کتاب العلم)
۲- (کتاب السنۃ محمد ابن نصر المروزی صفحہ ۲۱ مطبوعہ الریاض (سعودیہ عربیہ)
۳- (احکام الاحکام لابن حزم جلد سادس باب ۳۶، صفحہ ۸۰۹ تا ۸۱۰۔

روایت ہفتم

... عن انس بن مالک رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال قد ترکت فیکم بعدی ما ان اخذتم لن تضلوا
کتاب اللہ وسنۃ نبیکم۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بعد میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے اگر اس کو تم اخذ کرو تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے اور تمہارے نبی کی سنت ہے۔

(اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی جلد اول صفحہ ۱۰۳ تحت تذکرہ احمد بن خطاب)

روایت ہشتم (ابو النصر السجزی متوفی ۴۴۴ھ)

۔۔۔ کتاب اللہ وسنتی لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض۔

{کنز العمال کلاں جلد اول صفحہ ۱۸۷ بحوالہ ابی النصر السجزی فی الابانۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ طبع حیدر آباد دکن}

روایت نہم (بیہقی متوفی ۴۵۸ھ)

۔۔۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فی حجۃ الوداع فقال یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابداً کتاب اللہ و سنۃ نبیہ۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد عاشر صفحہ ۱۱۴ طبع دکن)

(ب) الاعتقاد علی مذہب السلف البیہقی ص ۱۱۲ طبع قاہرہ۔ مصر

روایت دہم (بیہقی متوفی ۴۵۰ھ)

۔۔۔ عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خلفت فیکم مالن تضلوا بعدھما ما اخذتم

بِهِمَا اوعملتم بهما کتاب اللہ وسنتی ولن تفرقا حتیٰ یردا علی الحوض ۔ (۱) السنن الکبریٰ جلد عاشر صہ ۱۱۴ طبع دکن)

(۲) روایت ہذا کو خطیب بغدادی نے اپنے اسناد کے ساتھ "کتاب الفقیہ والمتفقہ صہ ۹۴ ج اوّل پر تحت ذکر الخبر بانّ السنۃ لا تعارق الکتاب" میں بہ تفصیل درج کیا ہے۔

روایت یازدہم (ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ)

..... حدثنا کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنت رسولہ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ باب فساد التقلید ونفیہ الخ صہ ۱۱۰ طبع مصر لابن عبدالبر اندلسی)

روایت دوازدہم (مستدرک حاکم)

..... عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) انی قد ترکت فیکم الشیئین لن تضلوا بعد ھما کتاب اللہ وسُنّتی ولن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض۔

(۱) مستدرک حاکم کتاب العلم جلد اوّل صہ ۹۳)

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم الظاہری صہ ۸۱۰ باب ۳۶ فی ابطال التقلید۔ الجزء السادس)

مندرجہ بالا روایات میں ہشتم سے لے کر دوازدہم تک ترجمہ ذکر نہیں کیا گیا اس لیے کہ سابق تراجم کے موافق یہ ترجمہ ہے کوئی الگ چیز نہیں۔

ان احادیث کے اندراج کے بعد چند ایک معروضات پیش کی جاتی ہیں جو قابلِ التفات ہیں :

(۱)

ایک چیز تو یہ ہے کہ اثبات مدعیٰ کے لیے یہ روایات اپنی جگہ خوب واضح ہیں کسی خارجی تشریح کی محتاج نہیں ہیں۔ مقصود یہی ہے کہ صرف کتاب وسنّت کی تابعداری بالاستقلال واجب ہے۔ مستقلاً اور کسی کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ ان روایات مندرجہ نے اس مطلب کو صاف صاف بیان کر دیا ہے کوئی خفا باقی نہیں رکھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں (کتاب وسنّت) کے ساتھ اعتصام کرو گے اور تمسک کرو گے ان دونوں کو اخذ کرو گے تو تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اگر بالفرض اہل بیت وعترت کے ساتھ اسی درجہ میں تمسک کرنا واجب ہے تو ان دو مذکورہ چیزوں کے ساتھ تیسرا اہل بیت کا تذکرہ ایک ضروری امر تھا جو یہاں بالکل مفقود ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل دو بھاری (ثقیل) چیزیں یہی کتاب اللہ وسنّت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کی اطاعت کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا

صحیح روایات میں انہی دو چیزوں کو امرین اور شیئین اور "اثنین" کے مختلف عنوانات سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ ان دو چیزوں کے ساتھ تمسک کرنا اور ان پر عملدرآمد کرنا بھاری اور "ثقیل" امر ہے اس وجہ سے ان کو بعض مقامات میں "ثقلین" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت کے حق میں یہی مشہور وصیت ہے جس کو تاکید کے ساتھ بار بار فرمایا گیا ہے۔

(۲)

دوسری یہ چیز یہاں قابلِ وضاحت ہے کہ بعض روایات میں جو صرف کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرنے اور اخذ کرنے کا مضمون وارد ہے۔ وہاں سُنّت کا تذکرہ موجود نہیں ہے تو اس کا مطلب علماء نے ایک تو بیان کیا ہے کہ چونکہ سنت نبوی "کتاب اللہ" کے مضامین ومطالب کی بیان کنندہ ہے اس بناء پر کتاب اللہ کے ذکر نے سُنّت کے ذکر سے مستغنی کر دیا ہے۔ کتاب "صواعق محرقہ" الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت میں یہی مطلب عبارت ذیل میں مندرج ہے۔ فی روایتہ کتاب اللہ وسنتی ھی المراد من الاحادیث المقتصرة علی الکتاب لان السنة مبینة لہ فاغنیٰ ذکرہ

عن ذکرھا۔ (صواعق محرقہ صہ ۸۹)

نیز ان روایات میں صرف کتاب اللہ کا ذکر ہونا اس وجہ سے بھی ہے کہ کتاب اللہ کا مفہوم عمل بالسنت پر مشتمل ہے جیسے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا سے یہ چیز واضح ہے۔ پس عمل بالکتاب سے عمل بالسنۃ لازماً حاصل ہوگا۔ کتاب "عون المعبود شرح ابی داؤد" جلد دوم صہ ۱۲۸ اور "بذل المجہود" جلد سوم صہ ۱۵۵ کتاب الحج میں یہ توضیح منقول ہے: انما اقتصر علی الکتاب لانہ مشتمل علی العمل بالسنۃ لقولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وقولہ ما اٰتکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا فیلزم من العمل بالکتاب العمل بالسنۃ۔

ان توضیحات کے پیش نظر وہ روایات جن میں صرف کتاب اللہ پر عمل درآمد کا حکم دیا گیا ہے۔ ان مندرجہ بالا روایات سے مفہوماً مختلف نہیں ہیں۔ مقصد کے اعتبار سے یہ تمام روایات متحد و متفق ہیں۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ وہ روایات جن میں کتاب اللہ کی اطاعت اور اس پر عمل درآمد کا ذکر پایا گیا ہے۔ ہم ان کا ایک اجمالی خاکہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اوّل

قال طلحۃ الیامی سألت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ھل اوصیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا! فقلت لم امرنا بالوصیۃ ولم یوص؟ قال اوصی بکتاب اللہ عز وجل۔

(مسند ابی داؤد طیالسی صہ ۱۱۰ مسندات عبداللہ بن ابی اوفیٰ طبع دائرۃ المعارف دکن)

دوم

انی تارک فیکم کتاب اللہ ھو حبل اللہ من اتبعہ کان علی الھدیٰ ومن ترکہ کان علی الضلالۃ۔

(کنز العمال جلد اوّل صہ ۴۷ بحوالہ ابن شیبہ عن زید بن ارقم)

سوم

وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدی ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ ۔ (البدایۃ لابن کثیر صہ ۱۷۰ ج ۵ احمد عن جابر بن عبداللہ)

چہارم

وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ ۔ (صحیح مسلم صہ ۳۹۷ جلد اوّل باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ عن جابر بن عبداللہ ۔ طبع دہلی)

پنجم

...... وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ (ابو داؤد باب صفت حجۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم جلد اوّل صہ ۲۷۰ عن جابر بن عبداللہ)

ششم

قد ترکت فیکم مالن تضلوا ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ
ابن ماجہ باب حجۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن جابر بن عبداللہ۔

ہفتم

عن جبیر بن مطعم قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجحفۃ قال الیس تشہدون ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ وان القرآن قدجاء من عند اللہ قلنا بلیٰ قال فابشروا فان ھٰذا القرآن طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فتمسکوا بہ فانکم لن تھلکوا ولن تضلوا بعدہٗ ابدًا (رواہ البزار، الترغیب والترہیب للمنذری باب اتباع الکتاب والسنۃ)

ہشتم

.... عن ابی الشریح الخزاعی قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابشروا وبشروا الیس تشھدون ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ قالوا نعم قال فان ھٰذا القرآن سبب طرفہٗ بید اللہ وطرفہٗ بایدیکم فتمسکوا بہ فانکم لن تضلوا ولن تھلکوا بعدہٗ ابدًا۔ (صحیح ابن حبان جلد اوّل طبع مصر صہ ۲۷۶ ذکر نفی الضلال عن الآخذ بالقرآن)

نہم

.... عن زید بن ارقمؓ قال (یزید بن حیان) دخلنا علیہ فقلنا لہٗ لقد رأیت خیرًا صحبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصلیت خلفہٗ فقال نعم وانہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فقال انی تارک فیکم کتاب اللہ ھو حبل اللہ من اتبعہٗ کان علے الھدٰے ومن ترکہٗ کان علے الضلالۃ۔

(صحیح ابن حبان صہ ۲۸۷ ج اوّل ذکر اثبات الھدٰی لمن اتبع القرآن)

دہم

.... عن ابی شریح الخزاعی قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الیس تشھدون ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ قالوا بلٰی قال ھٰذا القرآن طرفہٗ بید اللہ بید اللہ وطرفہٗ بایدیکم فتمسکوا بہ فانکم لن تضلوا ولن تھلکوا ابدًا۔"

(رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ہیثمی جلد اوّل صہ ۱۶۹ ج ۱)

یازدہم

.... انی اوشک ان ادعٰی فاجیب وانی تارک فیکم مالن تضلوا بعدہٗ کتاب اللہ۔" (طبرانی فی الکبیر عن زید بن ارقمؓ۔ کنز العمال کلاں جلد اوّل صہ ۴۸)

دوازدهم

"... وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم به کتاب اللہ۔" (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد خامس ص ۸ طبع دائرۃ المعارف دکن عن جابر بن عبداللہ)

حاصلِ مقصد

مندرجہ بالا روایات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو بطور وصیت ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے تم میں اللہ کی کتاب چھوڑی ہے میرے بعد اس کے ساتھ تمسک کرو گے۔ اس کو مضبوط پکڑو گے تو تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ جو کتاب اللہ کی اطاعت کرے گا، وہ ہدایت پر رہے گا۔ جو اس کی پیروی کو چھوڑ دے گا وہ گمراہی میں جا پڑے گا۔ قرآن مجید ایک رسی کی مثال ہے۔ اس کی ایک جانب تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف دستِ قدرت میں ہے۔ اس رسی کو خوب تھام رکھو گے تو ہلاکت نہ آئے گی۔

ان تمام روایات میں صرف کتاب اللہ کی اطاعت اور اس کے ساتھ اخذ و تمسک کا بیان وارد ہے اور "سُنّتِ نبوی" کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے ضمن میں آجاتی ہے اور ان تمام مندرجہ روایات میں کسی ایک جگہ بھی "عترت و اہل بیت" کی اطاعت کا مذکور نہ ہونا اس چیز کا زبردست نشان ہے کہ اصل اطاعت کتاب و سُنّت کی ہی اُمّت پر واجب ہے۔ کتاب و سُنّت کی اطاعت کے درجہ میں کسی اور کی اطاعت واجب نہیں۔ خواہ حکام مسلمان ہوں یا اہل بیت و عترت، ہوں یا علماء دین ہوں۔

ایک فائدہ

مندرجہ روایات میں پانچ عدد حدیثیں جو جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہیں اور مختلف محدثین نے ان کو اپنے اپنے اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس میں یہ بات شیعہ احباب،

کے لیے منہایت فرحت بخش واقع ہوئی ہے کہ جابر بن عبداللہ سے روایت کرنے والے امام محمد باقرؑ ہیں اور محمد باقرؑ سے روایت کرنے والے امام جعفر صادقؑ ہیں پھر جعفر صادقؑ سے مختلف تلامذہ نے روایت نقل کی ہے۔ ان تمام مواضع میں کتاب اللہ کا تذکرہ ان ائمہ کرام نے کیا ہے اور عمل بالکتاب کے ضمن میں عمل بالسنۃ دوسرے دلائل قطعیۃ کے پیشِ نظر لازمی طور پر آجاتا ہے لیکن اہلِ بیت وعترت کا ذکر کہیں ایک جگہ بھی نہیں کیا گیا اور مقامِ ذکر میں ایک چیز کا نہ ذکر کیا جانا اس کے غیر ضروری ہونے کی دلیل ہوتا ہے پس ائمہ کرام کی روایات سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ کتاب وسنّت کے درجہ میں اہلِ بیت کی اطاعت واجب نہیں ہے اور نہ ہی ضروری ہے۔ ورنہ ان جمیع مواضعات میں کتاب وسنّت" کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ اہل بیت کی اطاعت کا ذکرِ خیر بھی ضرور کیا جاتا۔

ایک اشتباہ

کتاب اللہ وسنّتی کے عنوان سے متعدد روایات اور اسی طرح صرف کتاب اللہ کے مضمون کی بھی متعدد روایات درج کی گئی ہیں مگر ان کی صحت اسناد کی طرف التفات نہیں کیا گیا۔ حالانکہ کتاب اللہ وعترتی اہلِ بیتی کے الفاظ سے جس قدر باسند روایات میسر ہوئی ہیں تین چار روایات کے ماسوا بقیہ روایات کے حق میں صحتِ سند کے اعتبار سے جرح وقدح کی گئی ہے اور ان کو مجروح ثابت کیا گیا ہے۔

الازالۃ

اس کا مختصراً جواب یہ عرض ہے کہ جس روایت کا مفہوم ومضمون نصِ قرآنی میں موجود ہے۔ اس میں اسناد کی بحث نہ بھی کی جائے تو بھی وہ روایت قابلِ قبول ہوتی ہے۔ وہاں تحقیق اسناد کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہاں بھی ان روایات کا مضمون چونکہ نص قرآنی میں بصراحت موجود ہے اس لیے یہاں صحت اسناد کی طرف

التفات کرنے کی حاجت ہی نہیں۔ بخلاف ان روایات کے جو حصہ اوّل میں درج ہوئی ہیں کہ ان کا مضمون نصِ قرآنی میں صریحًا موجود نہیں ہے اس وجہ سے ان کی صحت اسناد کی طرف توجہ کرنا خلافِ قاعدہ نہیں ہے۔

تنبیہہ:

روایت "کتاب اللہ وسُنّتی" ہم نے متعدد باسند کُتب سے درج کی ہے۔ اس پر بعض لوگوں کو یہ وہم پیدا ہوا کہ "کتاب اللہ وسُنّتی" کی پیش کردہ سب روایات ضعیف اور متروک ہیں بلکہ بعض موضوع ہیں۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں اور علماء کے بیان کردہ قواعد کے برخلاف ہے۔

مزید براں ہم نے اس ایڈیشن میں "کتاب اللہ وسُنّتی" کی مزید سات عدد روایات تلاش کر کے سابقہ روایات کے ساتھ اضافہ کر دیا ہے۔ مثلاً ابن حزم الظاہری سے ایک باسند روایت۔ علامہ ابن عبدالبر سے دو عدد باسند روایات۔ خطیب بغدادی سے تین عدد باسند روایات اور شیخ المروزی سے ایک عدد باسند روایت نقل کر کے پیش کر دی ہے۔

اب سابقہ علماء کرام اور مذکورہ بالا حضرات کی روایات کو ملا کر نظر کی جائے تو اس روایت کے نقل کرنے والے کبار علماء کا ایک جم غفیر ہے جو اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت ہذا کو اپنی تصانیف میں درج کر رہا ہے۔

فلھذا یہ حدیث کبار علماء میں درجہ شہرت کو پہنچ چکی ہے اور اسناد کے طلب کیے جانے سے مستغنی ہو گئی ہے۔ جیسا کہ ابن عبدالبر صاحب نے اپنی کتاب تجرید التمہید کے ص ۲۵۱ پر اس چیز کو درج کیا ہے اور ہم اس قول کو سابقًا درج کر چکے ہیں۔

(۱) نیز اہلِ علم بطور قاعدہ اور ضابطہ کے فرمایا کرتے ہیں کہ جس روایت کو اُمت کی تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس کے صدق کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے۔ اور وہ روایت اُمت کی تلقی کے بعد طلب اسناد کی محتاج نہیں رہتی۔ خطیب بغدادی نے اس مسئلہ کو ذیل مقامات میں تحریر کیا ہے:

۱۔ کتاب الفقیہ والمتفقہ ص ۶۶ ج ۱ تحت باب القول فی السنۃ المسموعۃ

من النبی صلی اللہ علیہ وسلم .... الخ

۲۔ کتاب الفقیہ والمتفقہ صہ ۱۸۶ ج ۱، صہ ۱۱۰ ج ۱ باب القول فی الاحتجاج بصحیح القیاس ولزوم العمل بہ۔

(۲) ـــــ اور ابو بکر الجصاص الحنفیؒ نے اس چیز کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ایک روایت آحاد کے طریق سے مروی ہے اور لوگوں نے اس روایت کو قبول کیا ہے یعنی اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے، وہ ہمارے نزدیک متواتر کے معنی میں شمار ہوتی ہے۔

".... لانّ ما تلقاہ الناس بالقبول من اخبار الآحاد فھو عندنا فی معنی المتواتر۔"

احکام القرآن للجصاص الحنفی جلد اوّل صہ ۴۵۶ طبع اول مصری تحت الطلاق مرتان بحث ذکر الاختلاف فی الطلاق بالرجال۔

(۳) ـــــ علامہ ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر شرح ہدایہ کے متعدد مقامات میں اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ ایک مقام میں روایت طلاق الامۃ ثنتان و عدتھا حیضتان کی بحث کے تحت امام مالک کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "وقال مالک شھرۃ الحدیث بالمدینۃ تغنی عن صحۃ سندہ" فتح القدیر صہ ۴۳ ج ۳ تحت روایۃ طلاق الامۃ ثنتان۔

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں (دورِ اوّل میں) جو حدیث مشہور (عند العلماء) ہو جائے وہ صحت سند سے مستغنی ہو جاتی ہے"

(۴) ـــــ علامہ السیوطیؒ نے تدریب الراوی (شرح تقریب) میں صحۃ حدیث کی بحث میں مسئلہ ہذا کے لیے "الاستذکار" سے ابن عبد البر کے اقوال نقل کیے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہونے سے روایت صحیح سمجھی جاتی ہے۔

پھر اس فن کے مشہور عالم استاذ ابو اسحٰق الاسفرائینی کا فرمان نقل کیا ہے قال الاستاذ ابو اسحٰق الاسفرائینی تعرف صحۃ الحدیث اذا اشتھر عند ائمۃ الحدیث بغیر نکیرٍ منھم۔

یعنی استاذ اسفرائینی ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ حدیث کے اماموں کے نزدیک جب

ایک حدیث مشہور ہو جائے اسے بغیر انکار کے ائمہ قبول فرمالیں تو یہ اس حدیث کی صحت کی علامت ہے اور اسکے صحیح ہونے کا نشان ہے۔

(تدریب الراوی ص ۲۴، ۲۵ بحث صحۃ الحدیث تحت التنبیہ الخامس)

ان معروضات کے بعد روز روشن کی طرح یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جس حدیث کو تلقی امت حاصل ہو جائے اور علمار فن اس کو قبول کرلیں اور اس پر نکیر نہ کریں تو وہ روایت درست ہے۔

تو روایت "کتاب اللہ وسنتی" بھی علمار و محدثین میں درجہ شہرت رکھتی ہے اور اس پر علمار کبار کی طرف سے انکار نہیں پایا گیا۔ بنا بریں وہ طلب اسناد سے مستغنی کے درجہ میں ہے اور عند العلمار مقبول ہے۔

اب اس کے بعض اسانید پر اگر جرح دستیاب ہو جائے تب بھی اس کی قبولیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ اُمت کے نزدیک مقبول ہو گی۔

فلہٰذا بعض لوگ جو "کتاب اللہ وسنتی" والی حدیث کے ردّ کرنے کے در پے ہوئے ہیں ان کی تحقیق صحیح نہیں مذکورہ بالا قواعد کے خلاف ہے۔ اور اللہ ان کو ہدایت بخشے اور تعصب سے نجات دلائے۔

شیعی مسلمات سے اصل مقصد کی تائید

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ ہم نے اصل مسئلہ کے اثبات کے لیے آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کردی ہیں۔ ان سے ہمارا مدعیٰ واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے اور کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہا۔

اب ہم شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی بطور الزام اس مضمون کی تائید و تاکید کے لیے اثنا عشریہ حوالہ جات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان حوالہ جات میں کتاب وسنّت پر عملدرآمد کرنے اور ان کو قائم رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اور صرف کتاب وسنّت سے دین اخذ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے اور ان دونوں (کتاب وسنّت) کو ہر خبر اور ہر قول کے ردّ و قبول کا معیار قرار دیا گیا ہے اور ان دونوں چراغوں کے روشن اور درخشندہ رکھنے کے متعلق خاص خاص

وصایا فرمائی گئی ہیں۔ یہاں کسی مقام میں بھی کتاب وسنت کے ساتھ اہل بیت وعترت کو نہیں ملایا گیا۔

یہاں سے صاف طور پر اس چیز کا ثبوت ملتا ہے کہ شریعت میں صرف کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کو وہ اہمیت وضرورت حاصل ہے جو دوسری کسی چیز کو نہیں اور "حجۃ شرعی" اسلام میں صرف کتاب وسنت ہے۔ اہل بیت وعترت کے لیے ان دونوں کے درجہ میں اطاعت لازم نہیں ہے اور نہ ہی اہلِ بیت بالاستقلال حجۃ شرعی ہیں۔

اب ہم ذیل میں چند حوالہ جات، اثنا عشری دوستوں کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے شیعی علماء و مجتہدین کے یہ اقوال نہیں ہیں بلکہ ائمہ معصومین کے فرامین ہیں جن کے صحت اسناد میں ان کے ہاں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ یہ بالکل ائمہ کے صحیح ارشادات ہیں جو کتب معتبرہ مسلمہ مثلاً نہج البلاغۃ۔ اصول کافی۔ احتجاج طبرسی وغیرہا میں وارد ہیں۔

اوّل

.... ولكم علينا العمل بكتاب الله تعالىٰ وسيرة رسول صلى الله عليه وآله وسلم والقيام بحقه والنعش لسنته۔

{ (نہج البلاغۃ ص ۳۱۷ ج اول طبع مصر
من خطبة له عليه السلام عند مسيره اصحاب الجمل الى البصرة }

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا تمہاری رہنمائی کے لیے ہمارے ذمہ ہے۔ کتاب اللہ اور سیرتِ رسول اللہؐ کے ساتھ عمل کرنا اس کی کتاب کے حق کو قائم رکھنا اور انکی سنت کو بلند رکھنا۔

دوم

وقال عليه السلام من اخذ دينه من كتاب الله وسنة نبيه زالت الجبال قبل ان يزول ومن اخذ دينه من افواه الرجال ردته الرجال۔

(اصول کافی خطبہ کتاب ص ۵ طبع لکھنؤ)

یعنی امام نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے دین کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حاصل کیا۔ پہاڑ اپنی جگہ سے دُور ہو سکتے ہیں مگر یہ اپنے دین سے دُور نہیں ہوگا اور جس شخص نے افواہ رجال یعنی لوگوں کے اقوال سے اپنا دین حاصل کیا ہے اس کو دوسرے لوگ اپنے دین سے پھیر سکتے ہیں (الصافی شرح اصول کافی از خلیل قزوینی)

ان ہر دو ارشادات میں صرف کتاب اللہ وسنّت رسول وسیرۃ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل درآمد کرنے کی ترغیب پائی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ دین کا حاصل کرنا اور مذہب اخذ کرنا صرف کتاب وسنت سے ہے۔ ان مواضع میں کتاب وسُنّت کے ماسوا کسی تیسری چیز کی طرف توجہ نہیں دلائی گئی۔ اگر کتاب وسُنّت کے پایہ کی کوئی اور چیز ہے جس سے حصولِ دین ہو سکے اور دینِ حق اخذ کیا جا سکے تو اس کا یہاں ذکر لانا لازمی امر تھا۔

○

سوم

قال جعفر الصادق علیہ السلام کل شیئ مردود الی الکتاب والسنۃ۔

امام جعفر صادق رضؓ نے فرمایا کہ ہر چیز کو کتاب وسنت کی طرف لوٹایا جائے گا۔

(اصول کافی ص ۳۹ باب الاخذ بالسنۃ طبع نول کشور)

○

چہارم

.... فالرد الی اللہ الاخذ بمحکم کتابہ والرد الی الرسول الاخذ بسنتہ الجامعۃ غیر المفرقۃ۔ (نہج البلاغۃ ص ۲۴ ج ۲)

یعنی حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ شئی کو اللہ تعالیٰ کی طرف رد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے محکمات کے ساتھ تمسک کرنا اور چیز کو رسول کی جانب رد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی سُنّت کو اخذ کرنا۔ (نہج البلاغۃ ص ۲۴ ج ۲ ایک طویل عہد ہے جو اشتر نخعی کو حضرت علی رضؓ کی طرف سے لکھا گیا اس کے وسط میں یہ مضمون درج ہے)۔

○

پنجم

ومن کلام لهٗ علیه السلام فی التحکیم ... قال الله سبحانهٗ
فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوہ الی الله والرسول فردوه الی الله ان نحکم
بکتابه وردهٗ الی الرسول ان ناخذ لسنته ؎
یعنی حضرت علیؓ نے آیتِ قرآنی کی تشریح اس طرح فرمائی ہے عند التنازعہ کسی چیز کو اللہ تعم
کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ حکم چلانا اور اس پر عمل کرنا اور کسی چیز
کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی جانب ردّ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی سُنّت پر عمل کرنا ۔"
(نہج البلاغۃ صہ ۲۴۰ ج اوّل)

ان ہر سہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ جب بھی کوئی تنازعہ کا معاملہ پیش آئے تو صرف کتاب وسُنّت کی طرف رجوع کرنے کی تلقین ائمہ کی جانب سے کی جارہی ہے جیسا کہ آیتِ قرآنی میں ارشاد ہے اسی کے عین موافق ائمہ" معصومین" نے بھی تشریح کردی ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نصِ قرآنی اور ائمہ کرام دونوں نے ضرورت کے وقت صرف کتاب وسُنّت کی طرف رجوع کرنے کی رہنمائی کی ہے۔ لوگوں میں تنازعہ کا واحد حل صرف کتاب وسُنّت کی طرف رجوع کرنا اور تمسک کرنا ہے اور بس، کسی تیسری شخصیت کی جانب توجہ کرنے کی حاجت ہی نہیں۔

ششم

امام جعفر صادقؒ سے ان کا ایک مخلص شاگرد روایت کے ردّ وقبول کے متعلق تفصیل دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :

فان کان الخبران عنکما مشهورین قد روا هما الثقات عنکم
قال ینظر فما وافق حکمهٗ حکم الکتاب والسنة وخالف العامة
یوخذ به ویترك ماخالف حکمهٗ حکم الکتاب والسنة ووافق
العامة (اصول کافی صہ ۳۹ طبع نول کشور لکھنو، باب اختلاف الحدیث)

مطلب یہ ہے کہ سائل عرض کرتا ہے کہ جناب سے مشہور روایتیں ثقہ لوگ ذکر کرتے ہیں ان کو قبول کر لیا جائے؟ تو امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ کتاب و سنت کے موافق جس کا حکم ہو اور وہ عامہ (سنیوں) کے خلاف ہو اس کو اخذ کر لیا جائے اور جن کا کتاب و سنت کے برخلاف حکم ہو اور سنیوں کے موافق ہو اس کو ترک کر دیا جائے۔

ہفتم

امام محمد باقرؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حجۃ الوداع میں خطبہ ارشاد ہوا ہے نقل فرمایا ہے اس میں ذیل کا فرمان بھی موجود ہے۔

فاذا اتاکم الحدیث فاعرضواہ علی کتاب اللہ عزّ وجل وسنّتی فما وافق کتاب اللہ وسنتی فخذوا بہ وما خالف کتاب اللہ و سنتی فلا تاخذوا بہ۔ (احتجاج طبرسی — ۲۲۹ خطبہ حجۃ الوداع)

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی حدیث تمہارے پاس پہنچے تو اس کو اللہ کی کتاب اور میری سنت پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو، اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔

ہشتم

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں:

"فاتقوا اللہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربنا تعالیٰ وسنۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ" (رجال کشی تذکرہ مغیرہ بن سعید — ۱۴۶)

یعنی اللہ سے ڈرو اور جو قول کتاب اللہ و سنت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔

نہم

عن ھشام بن الحکم انہ سمع ابا عبد اللہ (ع) یقول لا تقبلوا علینا حدیثاً

الا ما وافق القرآن والسنة "

(تنقیح المقال مامقانی ص ۱۷۱ ج اوّل ۔ ص ۲۳۶ ج ۳)

ہشام نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا ہے کہ ہماری جانب منسوب کر کے کوئی حدیث نہ کرو الا کہ وہ قرآن و سنت کے موافق ہو۔ صرف وہی قبول کرو۔

دھم

عن ابن ابی عمیر عن بعض اصحابہ قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول من خالف کتاب اللہ و سنتہ محمدؐ فقد کفر۔

(اصول کافی ص ۳۹ ۔ ۴۰ باب الاخذ بالسنۃ)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وہ کافر ہو گیا۔

ان آخری پانچ روایات کا حاصل یہ ہے کہ کسی خبر اور کسی روایت کی صداقت و بطلان معلوم کرنے کا معیار صرف کتاب و سنت اور ردّ و قبول کا فیصلہ کرنے کے لیے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہی کافی ہے ۔ اگر وہ چیز ان دونوں کے موافق اور مطابق ہے تو وہ قابلِ اعتماد و لائقِ اعتبار ہے اور اخذ کرنے و تمسک کرنے کے مناسب ہے اگر وہ چیز ان دونوں (کتاب و سنت) کے مخالف ہے تو قابلِ اعتماد نہیں ہے ۔ اس کے ساتھ تمسک کرنا درست نہیں ہے پس اس موقعہ پر حق و باطل کی تمیز کے لیے اور ردّ و قبول کو جانچنے کے لیے صرف کتاب و سنت کو ہی اصل قرار دیا گیا ہے کسی تیسری چیز پر مدار نہیں رکھا گیا۔ یہ چیز کتاب و سنت کے معیار ہونے اور حجۃ شرعی ہونے کی واضح علامت ہے اور اہل بیت و عترت، کو ان ہر دو کے ساتھ ساتھ حق و باطل کا معیار نہیں قرار دیا گیا اور ردّ و قبول کا مدار نہیں تجویز کیا گیا فلہذا ان کے ساتھ کتاب و سنت کی طرح تمسک کرنا غیر ضروری اور غیر لازم ہے ۔

یازدھم

و من کلام لہ علیہ السلام قبل موتہ .... واما وصیتی ، ثدلا

تشرکوا بہٖ شیئًا و محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ فلا تضیعوا سنتہ اقیموا ھٰذین العمودین واوقدوا ھٰذین المصباحین وخلاکم ذم مالم تشردوا۔"

(نہج البلاغۃ صہ ۲۶۸ ج ۱)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے قبل فرماتے ہیں۔ میری وصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اس کی توحید کو قائم رکھنا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ کی سُنّت کو مت ضائع کرنا۔ ان دونوں ستونوں (کتاب اللہ و سنت رسول اللہ) کو قائم رکھنا اور ان دونوں چراغوں (توحید و سُنّت یا کتاب و سنت) کو روشن کیے رکھنا اور ہر برائی تم سے دُور رہے گی تاوقتیکہ تم جماعت سے علیحدہ نہ ہو۔ (نہج البلاغۃ صہ ۲۶۸ ج ۱)

دوازدھم

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وصیتی لکم ان لا تشرکوا باللہِ شیئاً و محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ فلا تضیعوا سنتہٗ وخلاکم ذمکم۔ (نہج البلاغۃ صہ ۲۱ ج ۲ من کلام لہ علیہ السلام قبیل موتہ علی سبیل الوصیۃ لما ضربہٗ ابن ملجم)

مطلب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کی آخری وصیت یہی ہے کہ لوگو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو مت شریک کرنا یعنی اس کی توحید اور اس کی کتاب کو ضائع نہ ہونے دینا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سُنّت کو مت کھو دینا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھنا۔ ہر برائی تم سے دور رہے گی۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ یہ حوالہ جات حضرت علیؓ کی وفات سے کچھ ہی پہلے کی وصیتیں ہیں۔ اس دار فانی سے انتقال بالکل قریب ہے۔ ان قیمتی اور مبارک گھڑیوں کی کلام میں یہ وصایا بھی شامل ہیں۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ اسلام کے ان دونوں ستونوں کو دائمًا قائم رکھا جائے۔ دین کے ان دو چراغوں (کتاب و سُنّت) کو گل نہ ہونے دیا جائے۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے گروہ گروہ بنا کر علیحدگی اور تفرد و تفرق نہ اختیار کیا جائے۔

یہاں غور و فکر کرنے سے ایک چیز تو یہ حاصل ہو رہی ہے کہ آخری ساعات میں ائمہ معصومین کی جانب سے صرف "توحید و سنت اور کتاب و سنت" کے احیاء و بقا کی وصیت تو ہو رہی ہے لیکن اہل بیت و عترت کی حجیت اور وجوب اطاعت کا حکم نہیں صادر ہو رہا۔ معلوم ہوا کہ "کتاب و سنت" کے پایۂ اور درجہ میں ان کی اہمیت اسلام میں نہیں ہے اور اگر اہل بیت کے واجب الاتباع اور واجب التمسک ہونے کی کچھ اصلیت ہوتی تو اس آخری وصیت میں اس کا اندراج ضرور ہوتا۔ دوسری یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ امامت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے نہیں ورنہ مذکورہ آخری وصایا میں اس کا ذکر کرنا لازمی امر تھا۔ تیسری یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ جماعت سے علٰحدہ ہو کر الگ الگ گروہ قائم کر لینا ائمہ کرام کی آخری وصایا کو پس پشت ڈالنے اور ان کی نافرمانی کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور آپس میں تفرقہ سے بچا کر اتفاق و اتحاد کی نعمت عطا فرمائے

صلے اللہ تعالٰے علٰے خیر خلقہٖ محمد و اٰلہٖ و ازواجہٖ

وبناتہٖ و اصحابہٖ و اھل بیتہٖ اجمعین۔

ناچیز

محمد نافع بن مولانا عبد الغفور بن مولانا عبد الرحمٰن

عفا اللہ عنہم

از قریہ محمدی ڈاکخانہ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

پنجاب (پاکستان)

ہماری مطبوعات

- اسلام میں غلامی کی حقیقت : مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب
- اسلام کا قانونِ شہادت : مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے ایک اہم قانونی دستاویز۔
- سیرتِ نبویؐ قرآنی : مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے گہربار قلم سے قرآنِ عزیز کی روشنی میں سیرتِ رسول کی جھلکیاں۔
- سُلطان ما محمدؐ : سیرتِ رسول پر مرحوم عبدالماجد کے سیرتی مقالات کا حسین گلدستہ۔
- حدیثِ الثقلین : محقق عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے حجیتِ حدیث اور امامت کے خود ساختہ نظریہ کا بے لاگ جائزہ۔
- قرآن سے ایک انٹرویو : قرآنی موضوعات پر حوالہ کی شاہکار کتاب۔
- حضرت ابوسفیانؓ : محقق عصر مولانا محمد نافع کے قلم سے
- حضرت اویس قرنیؒ : سید التابعین کی زندگی کے شب و روز۔
- آخری سورتوں کی تفسیر : نماز میں پڑھی جانے والی مختصر سورتوں کی ضروری تشریح معہ خواص۔
- تفسیر سورہ یٰس : قلبِ قرآن، یٰس کی تشریحات مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے
- اصولِ وراثت و ترکہ : وراثت و ترکہ کے اہم موضوع پر سہل ترین کتاب
- اصطلاحاتِ صوفیا : دقیانہ اصطلاحات کا انسائیکلوپیڈیا
- عجائباتِ فرنگ : اردو کا پہلا نہایت دلچسپ اور ہمہ رنگ سفرنامہ۔ لندن، پیرس، مصر، پرتگال اور ہندوستان کی تہذیب و معاشرت کا بہترین نظارہ
- شیعیت کیا ہے؟ : قرآن و سُنّت اور شیعی ائمہ کی روشنی میں مولانا محمد ناظم ندوی سابق شیخ الجامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے قلم سے جماعت رفض کے متعلق عجیب و غریب اور حیرت انگیز انکشافات عظیم مصنف کا عظیم شاہکار۔
- غلامانِ رسولؐ : عبداللہ قریشی۔ شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پروانوں کا بصیرت افروز تذکرہ جنھوں نے ناموسِ رسالتؐ پر سب کچھ قربان کر دیا۔ جذبات کی دُنیا میں ہلچل مچا دینے والے حالات و واقعات۔

مکہ بکس ۵ بخشی سٹریٹ متصل چوک اُردو بازار لاہور

بناتِ اربعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

یعنی سردارِ دوجہاں (صلے اللہ علیہ وسلّم) کی چار صاحبزادیاں

تصنیف: حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ العالی

اس کتاب میں سردارِ دو عالمؐ کی چار صاحبزادیوں کے حالاتِ زندگی اور ان کی فضیلتیں اور عظمتیں بڑی وضاحت اور تفصیل سے درج کی گئی ہیں۔ حالاتِ زندگی کے کھوج میں فریقین کی معتبر کتابوں سے بڑی خوبی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا کے ایمان افروز مندرجات ملاحظہ کرنے سے اولادِ نبویؐ کے ساتھ صحیح اور سچی عقیدت اور محبت کو فروغ ملے گا اور اس دور میں بعض اطراف سے ان پاکیزہ اور مقدس طاہرات کے خلاف جو شبہات قوم میں پھیلائے جارہے ہیں، ان کا مدلل اور مسکت جواب بھی کتاب میں فراہم ہے۔

بناتِ رسولؐ پر یہ اپنی نوعیت کی بے مثال کتاب ہے جس کے بغیر کوئی بھی لائبریری مکمل نہیں کہلا سکتی۔

مُسلمانوں کے سائنسی کارنامے

تالیف: پروفیسر طفیل ہاشمی شعبۂ علومِ اسلامیہ علامہ اقبال یونیورسٹی۔ اسلام آباد

اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں کو اجاگر کیا جائے اور ان کی واقعی خدمات پر پڑے ہوئے دھول کے دبیز پردوں کو ہٹا کر تاریخ کا حقیقی چہرہ قارئین کے سامنے رکھا جائے۔ چنانچہ پروفیسر طفیل ہاشمی نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ معرکۃ الآراء کتاب تالیف کی جس میں طب، ہیئت، ریاضی، کیمیا، طبیعیات، نباتات و زراعت اور ٹیکنالوجی میں اُندلس کے مسلمان سائنسدانوں کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور یورپ کی علمی بددیانتیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کی کون کونسی ایجادات کا سہرا انہوں نے اپنے سر باندھ لیا تھا۔ الغرض یہ کتاب سائنسدانوں، محققین، پروفیسروں، تاریخ سائنس کے ماہرین۔ ایم۔اے علوم اسلامیہ کے طلبہ، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے دیگر قارئین کے لیے بے نظیر تحفہ ہے۔

مکہ بکس کو فخر ہے کہ اتنی بلند پایہ علمی کتاب کی اشاعت اس کے حصّہ میں آئی۔

مکہ

رُحماءُ بَینھم
(رحم دل ہیں آپس میں)

اسلامی تاریخ کے اہم ترین موضوع پر مستند ترین کتاب

اہلِ بیت اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان محبت اور مودت سے بھرپور تعلقات کی مکمل تفصیل اس کتاب میں بیان کی گئی ہے اور وہ ساری غلط فہمیاں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب بزرگ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں پھیلائی جاتی رہی ہیں ان کا مدلل ازالہ کر دیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر رُحماءُ بَینھم تحقیق اور متوازن اندازِ نظر کا ایک شاہکار ہے۔

اس کتاب کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے۔

مسئلہ اقربا نوازی

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن "اقربا پروری" کا مدلل جواب پہلی مرتبہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نادر شیعہ سنی کتب سے حوالہ جات کا نچوڑ۔ برسہا برس کی عرق ریزی اور تحقیق کے بعد انتہائی نادر پیش کش جو اہلِ علم — اور عوام الناس میں یکساں مقبول ہوئی۔

حصہ علوی —— (زیرِ طبع)

مکہ بُکس، ۵۔ نجمی سٹریٹ بیرون موری گیٹ لاہور